

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_188645

UNIVERSAL
LIBRARY

Text Cut Book for page
missing

سوانح عمری مہاراجہ اشوک

اور اُس کے

فرمان

ترتیب

مترجمہ پرنس ڈیو جی پرچارن کے اچھے ہم

نارائن دت گل اینڈ سنسز پبلسٹرز

لوہاری روڈ، لاہور

پرائیمری پبلشرز

بار دوم

پرائیمری پبلشرز لاہور

قیمت

۱۳۶۰۲

پبلشرز انڈیا پرائیویٹ لمیٹڈ
۱۹۲۳



CHECKED. 1951

تاریخ دست سہ ماہی انڈیا سنٹر

CHECKED 1958

مطبوعہ

Checked 1969.

1952

امرت پریس لاہور

پرنٹرز

Checked 1975

پبلشرز انڈیا پرائیویٹ لمیٹڈ

Checked 1968

دیباچہ

زمانہ کی ترقی نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ سوانح عمری قومی اصلاح۔ اور انسانی ترقی کا بڑا ذریعہ ہے۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے۔ جو صرف قیاس ہی پر مبنی نہیں۔ بلکہ انسان کے تجربہ میں آچکی ہے۔ اور خود انسانی فطرت اس امر کی تصدیق کرتی ہے *

سوانح عمری کے پڑھنے سے بڑا فائدہ یہی ہے۔ کہ یہ انسان کو انسانی فطرت کی تعلیم دیتی ہے۔ اور اس کی زندگی کی دشوار گزار اور کٹھن منزلوں میں اس کی رہنمائی ہوتی ہے۔ بہت سے عقیدے جو ایک آدمی خود حل نہیں کر سکتا۔ مختلف بڑے بڑے آدمیوں کی سوانح عمریوں کے پڑھنے سے اس پر کھل جاتے ہیں۔ گھڑ بیٹھے نئے نئے تجربات اور عمدہ عمدہ نصیحتیں حاصل کر سکتا ہے۔ اور نیز انسان کے ان اعلیٰ قوسے اور طاقتوں کا اندازہ کر سکتا ہے جن کے وسیلہ سے انسان نے بڑے بڑے کام کئے ہیں۔ اور دنیا میں بڑی بڑی اصلاحیں اور تہیکے پیدا کئے ہیں۔ غرض سوانح عمری کے مطالعہ سے انسان کو ایسے ایسے معلومات اور صداقتیں جو خود اس کی اپنی زندگی میں بھی کارآمد ہوں۔ اور دوسرے آدمیوں کو بھی اس سے بہت کچھ فائدہ پہنچا سکے معلوم ہوتی ہیں۔ اور یہ تمام وہ باتیں ہیں۔ جو اس کو اور کسی ذریعہ سے حاصل

نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ اس لئے آج کل جس قدر مذہب اور ترقی یافتہ قومیں دنیا
 میں نظر آتی ہیں۔ ان سب نے اس بات کو ہی نہایت ضروری خیال کیا ہے
 ہر ایک ملک اور قوم کے بڑے بڑے آدمیوں کی سوانح عمریاں ان کی زبان
 میں موجود ہیں۔ اور بچے سے لے کر بوڑھے تک ان کو نہایت ہی شوق اور غور
 کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اور اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ وہ قومیں دنیا کی اور اقوام سے ہر
 ایک بات میں بڑھی ہوئی ہیں۔ اور کسی کو اپنے مقابلہ کا خیال نہیں کرتیں۔
 مگر انہوں نے۔ ہمارے ملک نے کبھی سوانح عمری سمجھنے یا پڑھنے کی
 طرف توجہ نہیں کی۔ اس زمانہ میں بھی باوجودیکہ تعلیم کی روشنی دن بدن ملک
 میں پھیلی جاتی ہے۔ مگر پھر بھی لوگوں کو اس سے ایسے ہی غیر مانوس دیکھا جاتا
 ہے۔ البتہ جھوٹے بقیے اور خیالی کہانیوں کی طرف لوگوں کی طبیعت بہت
 مائل ہے۔ میرے بزرگ پتا شردھے پرکاش دیوجی نے لوگوں کے
 دلوں میں دھارمک اور پوتر جیون کے خیالات پیدا کرنے کی غرض سے سب
 سے پہلے ہما تمنا بدھ دیوجی کی سوانح عمری اور بدھ دھرم کا بیان چا
 حقوں میں تصنیف کما تھا۔ جس کی قدردانی عام پبلک اور خصوصاً پنجاب
 یکیسٹ ایک کمیٹی لاہور۔ ہمارا راجہ صاحب برودہ۔ پٹیالہ۔ اور
 محکمہ تعلیم الہ آباد نے کی ہے۔ اور انہوں نے بہت سی سوانح عمریاں
 یعنی سوانح عمری حضرت محمد صاحب بانی اسلام۔ خود نوشت سوانح
 عمری ہارشی دیوندر تاچھٹھا کر جی۔ اور سوانح عمری ہما تمارٹن لو تھر
 اور سوانح عمری بدھ دیوجی پتوں کے لئے لکھی ہیں۔ شردھے ہی نے آخری

دقت میں فہم راجہ اشوک کی سوانح عمری کا مسودہ تیار کرنا شروع کیا تھا جس کو انہوں نے اپنی بیماری کے ایام میں پورا کیا +
 شر دھے پرکاش دیوجی کی خواہش تھی کہ اس مسودے کو کتاب کی صورت میں شائع کیا جائے۔ مگر افسوس کہ پرائی ٹھلک بیماری کے آخری سخت حملے سے وہ اپنی زندگی میں اس کام کو سرانجام نہ دے سکے۔ پس میں نے اس جمع شدہ سارے مسودے وغیرہ کو ترتیب دے کر ان کی خواہش کے مطابق اس کو کتاب کی صورت میں چھاپ دیا ہے +
 جس پاک جذبے سے متحرک ہو کر شر دھے پرکاش دیوجی نے اس کتاب کو مرتب کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اسی پاک جذبے سے میں اسے پبلک میں پیش کرتا ہوں۔ اور امید ہے کہ پڑھنے والوں کو اس کے مطالعہ سے بہت کچھ فائدہ حاصل ہوگا +

رام نارائن گپتا

لاہور۔
 ۵ دسمبر ۱۹۱۶ء

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر
۷	حصہ اول - تمہید	۱
۲۹	حصہ دوم - اشوک کی زندگی کے حالات	۲
۲۹	باب اول - اشوک کی پیدائش اور بچپن	۳
۳۵	باب دوم - راجہ بندوسار کی وفات - مادہ اشوک کی تخت نشینی اور اس کی عالم و تعدی	۴
۳۹	باب سوم - اشوک کی زندگی میں تبدیلی	۵
۴۹	چوتھا باب - دہرم پرچار - بدھ دہرم کی ترقی و اصلاح و فاضلہ عام کے کام	۶
۶۳	پانچواں باب - مذہبی واعظوں کو باہر رمانہ کرنا	۷
۷۴	چھٹا باب - بدھ دہرم کے تیرتھ دشمن اور اشوک کی تیرتھ یا ترا	۸
۸۲	ساتواں باب - پالی زبان	۹
۸۷	آٹھواں باب - اشوک کا آخری وقت اور مرنیبا کی ناپائندگی کا درزناک نظارہ	۱۰
۱۰۲	نواں باب - مہاراجہ اشوک کی سلطنت کی وسعت	۱۱
۱۱۰	حصہ سوم - مہاراجہ اشوک کی تحریریں اور فرمان - تمہید	۱۲
۱۲۹	مہاراجہ اشوک کے فرمان جو پہاڑوں کی چٹانوں اور پتھر کے ستونوں اور پہاڑی گوبھاؤں میں کھدے ہوئے ہیں	۱۳

سوانح عمری مہاراجہ اشوک

حصہ اول تمہید

قدیم زمانہ میں ہمارے ملک میں سوانح عمری اور تواریخ لکھنے کا رواج نہیں تھا۔ اس وجہ سے ہم لوگ اپنے بہت سے عالموں۔ خاصوں۔ اور راجوں مہاراجوں کے حالات زندگی سے محروم رہے۔ یہاں تک کہ گوتم۔ اور کنا وغیرہ جیسے زبردست فلاسفر دل کو بھی کہ جن کی عالی داعی۔ اور دقیق فلاسفی کو زمانہ حال کے بڑے بڑے فلاسفر بھی سمجھنے سے چکراتے ہیں کوئی نہیں جانتا۔ کہ وہ کس زمانہ میں اور کہاں پیدا ہوئے تھے۔ کہاں اور کس سے انہوں نے تعلیم پائی۔ اور ان کے تعلیم دینے کا کیا ڈھنگ تھا۔ بہت سی روایات اور حکایات سے جو سینہ بسینہ چلی آتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس ملک پر کسی زمانہ میں ایسے ایسے دھرتیا مہاراجوں نے

ابھی حکومت کی ہے۔ کہ جو رعایا پروری۔ انصاف اور دھرم کے اصولوں کی
 پابندی میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے کو بڑا فخر اور عزت سمجھتے تھے۔ اور اپنی
 رعایا کی بہبودی کو اپنا سب سے بڑا فرض جانتے تھے۔ لیکن ان رداہتوں
 میں مبالغہ آمیز شاعرانہ خیالات کے شامل ہو جانے سے وہ قابل اعتناء نہیں
 رہیں۔ اور نہ ان سے وہ فائدہ حاصل ہو سکا جو سوانح عمری سے آئندہ تسلیں اٹھا
 سکتی تھیں۔ اور اسی وجہ سے وہ اپنے بزرگوں کے قوانین۔ طرز حکومت اور
 تمدن سے ناواقف رہیں۔ اور ان میں کچھ ترقی نہیں کر سکیں بہ
 جن قوموں کا سلسلہ معلومات تواریخ کے نہ ہونے سے ان کے بزرگوں سے
 منقطع ہو جاتا ہے۔ ان کی ترقی تشریح سے اور ان کا اقبال زوال سے بدل جاتا
 ہے۔ کیونکہ وہ قومیں اپنے بزرگوں کی محنتوں کے ثمر سے بے بہرہ رہ جاتی ہیں
 یورپ کے عالموں کے نزدیک اشوک کا نام بہت عزت اور قدر
 کی چیز ہے۔ جس کی بہت بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ اشوک کے کندہ سٹونوں۔ اور
 کتبوں سے ہندوستان کی تواریخ کا مختصر حال معلوم ہوا ہے۔ دو ہزار برس
 پہلے یہ کتبے مختلف مقامات میں پڑے ہوئے تھے۔ اکثر لوگ ان سب تحریروں
 کو دیکھ کر ان کا کچھ مطلب نہ سمجھ سکے۔ آخرش فاضل پرنسپ صاحب نے
 جو غیر معمولی ذہانت اور طبیعت رکھتا تھا۔ ان تمام تحریروں کی نقل کر کے
 ان کا آپس میں ایک ڈومرے سے مقابلہ کرنا شروع کیا۔ پرنسپ صاحب
 ان تمام تحریروں کو جمع کر کے معلوم کیا۔ کہ یہ سب تحریریں مندروں میں کندہ کی
 گئی تھیں۔ اس واسطے ضرور ان میں خیرات (دان) کی بابت ذکر ہوگا۔ اور
 انہوں نے یہ بھی قیاس کیا۔ کہ جنہوں نے یہ مندر بنوائے ہوں گے۔ اور

جس راجہ کے وقت میں یہ مندر دان میں دیئے گئے ہوں گے۔ اُن کا بھی کچھ ذکر ہوگا نیز اُن مندروں کی افتتاحی رسم کی تاریخ وغیرہ کے حالات بھی ضرور ان میں لکھے ہوئے ہوں گے۔ یہ خیال کر کے اُنہوں نے ان تحریروں میں ان کا لفظ تماش کرنا شروع کیا۔ اور آفرش اُنہوں نے دیکھا۔ کہ تمام تحریروں کی آخری بات ایک ہی ہے۔ پس اُنہوں نے سمجھا۔ کہ یہ لفظ دان ہوگا۔ ناگری اور دیو ناگری وغیرہ اجدکے ساتھ مقابلہ کرنے سے صاف اور واضح طور سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ دان ہی ہے۔ آخرش تمام عبارت کو ٹھیک طور سے معلوم کر لیا۔ اور جس زبان میں یہ تحریریں لکھی گئی تھیں۔ وہ بھی معلوم کر لی۔ اب گویا تواریخی عالم میں ایک نئی دنیا ظاہر ہو گئی۔ اور سخت تاریکی میں سے نیا سورج طلوع ہو گیا۔ اس زبان کو معلوم کرنے کے لئے زیادہ وقت پیش نہ آئی کیونکہ سگل پ میں اب بھی پالی زبان میں بڑھ مذہب کی کتابیں ملتی ہیں۔ اس زبان کے ساتھ اشوک کے زمانے کی زبان کی کچھ کچھ مشابہت دیکھی جاتی ہے۔

پس کندہ زبان کا مطلب سمجھتے ہیں اور زیادہ وقت نہ لگا۔ ہندوستان کی تمام زبانوں کے درمیان آپس میں ایک مطابقت دیکھی جاتی ہے۔ جو شخص بنگالی زبان جانتا ہے۔ اُس کے لئے ہندی سیکھ لینا اور پڑھ لینا کچھ مشکل بات نہیں۔ جن شاستروں کے سمجھنے میں وقت معلوم ہوتی ہے۔ مقابلے کا طریق اختیار کرنے سے اُن کا سمجھنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ اس طریق کو اختیار کرنے سے جن دقیق امور کو سمجھنے کا امکان نہ تھا۔ اب وہ صاف اور واضح ہو گئے ہیں۔

اس مقابلے کے طریق سے جو زبان معلوم ہوئی۔ وہ ہندوستان کی کسی

مروجہ زبان سے نہیں ملتی۔ سنگل دیپ میں جس پالی زبان میں بڑھ مذہب کی کتب
 مقدسہ قلمبند ہیں۔ یہ دریافت شدہ زبان وہ زبان نہیں۔ بلکہ سنسکرت زبان کے
 ساتھ اس کی زیادہ تر مشابہت اور تعلق ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ گدھ
 راج میں اس وقت یہی زبان مروج تھی۔ اور اس نے تبدیل ہوتے ہوئے مختلف
 صوبوں میں مختلف صورت اختیار کر لی۔ اور یہ آہستہ آہستہ پالی شکل میں بدل گئی۔
 اور اب یہ زبان نہیں ملتی۔ ان تمام زبانوں کی چھان بین کرنے سے علم زبان
 کی اصلیت اور اس کا حقیقی راز بہت کچھ مل جاتا ہے۔ ستونوں اور پتھر کے
 ٹکڑوں پر بہت جگہ ایک خاص نام دیکھنے میں آتا ہے۔ ان سب پر لکھا ہوا
 ہے۔ 'دیوانام پیہ دشی'۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ یہ دیوانام پیہ دشی کیا ہے؟
 دیوانام لفظ کے معنی دیوتا ہیں۔ اور یہ بھی صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ پیہ کا نام پر یہ
 ہے۔ پس پیہ دشی۔ پر یہ دشی ہے۔ ان سب الفاظ کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوا
 کہ اس وقت ہندوستان کے تمام حصوں میں ایک لفظ کیساں طور سے
 ادا نہیں ہوتا تھا۔ بعض بعض حصوں میں ر بولنے کی قابلیت نہ تھی۔ صوبہ
 گدھ کے لوگ ر کی جگہ ل بولتے تھے۔ اس لئے بہت سے ٹکڑوں پر
 راج کی جگہ لاج لکھا ہوا ہے۔ اتر کی جگہ اتل لکھا ہوا ہے۔ چرن کی جگہ
 چلن اور دشر تھ کی جگہ دشلتھ۔ صوبہ گدھ کے لوگوں میں ر بولنے کی طاقت
 نہ تھی۔ شمالی اور وسط ہند اور کنگ وغیرہ مقاموں میں ر بولی جاتی تھی۔ اور
 نیز یہ بھی دیکھا گیا۔ کہ پنجاب میں ر استعمال ہوتی تھی۔ اور شہاز گڑھی میں جو
 کتبے ملے ہیں۔ ان پر یہ اور دشی کے الفاظ صاف صاف لکھے ہوئے
 ہیں۔ لیکن سوراشر (گجرات) وغیرہ مقامات کے ٹکڑوں پر پیہ اور دشی

لکھا ہوا پایا جاتا ہے۔ اس طور پر چھان بین کرنے سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ کہ اس وقت پر یہ درشی نام کا ایک راجہ تھا۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ یہہ پر تیرہ درشی کون ہے؟ اس نام کے راجہ کا تواریخ میں کچھ ذکر نہیں ملتا۔ وشنو پوران میں پانچوں پانڈوں میں سے ہندوستان کے تمام شاہی خاندان کے نام یکے بعد دیگرے لکھے ہوئے ہیں۔ لیکن ان میں پر یہ درسی کا نام نہیں ملتا۔ یہ پر یہ درشی راجہ کون ہے۔ یہ بات معلوم کرنے کے لئے ہندوستان کی تواریخ کا بہت بڑا حصہ صاف اور واضح طور سے ظاہر ہو گیا۔ اس ملک کی قدیم تواریخ میں کسی واقعہ کی بھی تاریخ نہیں ملتی۔ مہابھارت کی تصنیف کب ہوئی۔ اور دھرم راجیدھشٹرنے کس وقت راج سو جاگ کر کے تمام ملک میں ایک زبردست اور خود مختار سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اور ایشد اور درشن شاستر (کتب فلسفہ) کس وقت اور کس حالت میں کس نے تصنیف کئے۔ ہندوستان کے مشہور شاعر کالیداس کی نظم نے اپنے نفس مضمون کے لحاظ سے کس وقت اور کس وجہ کے وقت میں لوگوں کے دلوں کو فریفتہ کیا۔ ان تمام اہم اور ضروری سوالات کے جواب ہم جلد نہیں دے سکتے۔ لیکن ایک راجہ کے وقت کی تاریخ معلوم ہو جانے پر دیگر ممالک کی تواریخ کے ساتھ اس کا مقابلہ کرنے سے ٹھیک طور پر معلوم ہو سکتا ہے۔ اگر یہ معلوم ہو جائے۔ کہ یہ پر یہ درشی کون ہے۔ تو ہم ہندوستان کی قریباً دو ہزار برس کی تواریخ کا اصل کچھ کچھ جان سکتے ہیں۔ اس لئے یہ دریافت کہ پر یہ درشی سے مراد راجہ اشوک ہے۔ تواریخی دنیا میں کچھ کم نہیں یورپ کے عالم لوگوں کی کوشش اور مہربانی سے اب ہم اپنے ملک

پر فخر کرنے کے لائق ہوئے ہیں۔ اور اب ہم یقینی طور سے کہہ سکتے ہیں۔
کہ ہندوستان کے علوم نے کسی زمانہ میں دوسری قوم کے لوگوں کو علم کی
روشنی سے منور کیا تھا۔

بڈھ مذہب کی ترقی و اصلاح پر ایک سمرسری نظر

روایت ہے۔ کہ جب بڈھ کا انتقال ہو گیا۔ تو مہاکیشپ نے تجویز کی
کہ کیشیت مجموعی ہم کو دھم (دھرم) اور دنیاہ دونوں کا وعظ کرنا چاہئے۔ یہ
تجویز مقبول اور منظور ہوئی۔ اور چار سو نیا دس بھکشو (راہب) اس
کام کے لئے منتخب ہوئے۔ اور بڈھ کے پیر و آئندے پانچ سو کی تعداد
پوری کی۔ راج گرہ کی بی کوئسل تھی جو بڈھ کے سال وفات میں حضرت عیسیٰ
سے ۴۷۲ برس پہلے اس لئے منعقد ہوئی تھی کہ مقدس کتابوں کا فیصلہ
کیا جائے۔ بڈھ کی وفات کے ایک صدی بعد ویشالی بھکشوؤں نے ویشالی
میں دس اٹھالوں کا اعلان کیا جس میں اور باتوں کی اجازت کے علاوہ غیر محرم
ناٹری اور بھکشوؤں یا راہبوں کو سونا یا چاندی لینے کی اجازت بھی دی گئی تھی
یا ساہسپر کلنڈک لئے جو ایک بھکشو تھا۔ ان اجازت ناموں کے برخلاف
اعتراض اٹھایا۔ اور اس نے مغربی ملک اور اداختی اور جنوبی ملک کے
بھکشوؤں کے پاس قاصد روانہ کئے۔ اور کہا بھجھا۔ کہ آپ سب صاحبان
تشریف لائیں۔ ہم لوگ اس شرعی مسئلہ پر بحث کرنے والے ہیں۔ کہ پہلے جو
کچھ دھرم نہ تھا۔ وہ نمک میں پھیلا ہوا ہے۔ اور اصلی دھرم بالائے طاق
رکھ دیا گیا ہے۔ جب ویشالی کے بھکشوؤں نے یہ سنا۔ کہ یا سا مغربی صوبہ

کے بھکشوؤں سے مدد حاصل کر رہا ہے۔ تو انہوں نے بھی مشرق سے اعانت چاہی۔ فی الواقع مشرقی اور مغربی بھشوؤں کے مابین اختلاف تھا غرض یہ جھگڑا درحقیقت تورانی اور ہندو بھشوؤں کے درمیان تھا بھشوؤں کی اس کونسل میں جو کچھ کارروائی ہوئی۔ وہ نہایت دلچسپ تھی۔ ویشالی میں سب لوگ جمع ہوئے۔ اور بہت سی تقریروں کے بعد رپوت نے ساری مجلس کے سامنے ایک تجویز پیش کی۔ کہ جب اس مسئلہ شرعی پر محض بنے نتیجہ تقریریں ہو رہی ہیں۔ اور کسی تقریر کا مطلب اور مفہوم صاف و واضح نہیں ہوتا۔ تو یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس مسئلہ کا فیصلہ ایک منتخب کمیٹی پر چھوڑ دیا جائے۔ جس میں مشرق اور مغرب کے چار چار بھکشو شامل ہوں۔ اس تجویز پر سب کی رائے لی گئی۔ اور باتفاق سب نے پسند کیا۔ کہ آٹھ بھکشوؤں کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے۔ وہی دس اصول جن کا اعلان ویشالی بھکشوؤں نے کیا تھا۔ اس کمیٹی کے سامنے پیش کئے گئے۔ کمیٹی نے ان دس اجازت ناموں کو باستثنائے چھٹے اجازت نامہ کے نام منظور کیا۔ چھٹے کی نسبت یہ اعلان کیا گیا۔ کہ وہ بعض حالتوں میں جائز اور دوسری حالتوں میں ناجائز ہے۔ اس جلسے میں سات سو بھکشو شامل تھے۔ اور اس کا نام ویشالی کی کونسل قرار دیا گیا۔ اور حضرت عیسیٰ سے تین سو دستبرس پہلے یہ منعقد ہوئی تھی۔ یہاں پر یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ ان دس سوالات کے فیصلہ کو بالآخر سب فریقوں اور جماعتوں نے منظور ہی کر لیا ہوگا۔ اگرچہ اس طبقہ کے نہایت معمر اور ذی افترا اکین نے ان مسائل کا فیصلہ کیا تھا۔ لیکن ایک غالب تعداد ان کے خلاف تھی۔ اور ہمیں سے بڑھ مذہب دو شاخوں میں تقسیم ہو گیا۔ ایک شمالی بڑھ مذہب۔ جو

ہمال۔ تبت اور چین میں اور دوسرا جونی بڑھ مذہب جو سیلون۔ برہما۔ اور
سیام میں پھیلا۔

یہ ایک مانی ہوئی بات ہے۔ کہ جدید مذہبی نظامات اپنی ذاتی اور حقیقی خوبیوں
میں خواہ کیسے ہی عمدہ اور افضل کیوں نہ ہوں۔ لیکن نوع انسان کی جانب سے
ان کی مقبولیت اور پذیرائی کا اخصار بہت کچھ خارجی حالات اور واقعات
پر بہوتا ہے۔ عیسائی مذہب کو جس نے شروع کی چند صدیوں میں نہایت ہی
قبیل ترقی کی تھی قسطنطین نے اس وقت قبول کیا۔ جب رومن حکومت اور
تہذیب یورپ میں گوسے سبقت لے گئی تھی۔ اور اس کے بعد عیسائی مذہب
مغربی دنیا میں بڑی آسانی اور تیزی کے ساتھ پھیلتا گیا۔ حضرت محمد صاحب
کے مذہب کو اس وقت شہرت اور ترقی ہوئی۔ جب دنیا میں عربوں کا کوئی
صریح مقابل نہ رہا۔ ہندوستان میں قدیم ہندو مذہب آریہ قوم کی فوج
کے ساتھ ساتھ اس وقت پھیلا۔ جب کہ انہوں نے پنجاب سے نکل کر
تمام ہندوستان کو مغلوب کیا۔ اسی طرح بڑھ مذہب نے جس میں برہمن
اور شتو در کا کوئی امتیاز اور تفریق نہ تھی۔ قدیم آریہ صوفیوں کی نسبت غیر آریہ
سلطنت نے گدھ میں جلد مقبولیت عام حاصل کی۔ اور جب گدھ حضرت
عیسیٰ سے پہلے تیسری صدی میں ہندوستان کی ایک نہ بردست سلطنت
ہوئی۔ تو بڑھ مذہب ہندوستان کے لئے ایک شاہی مذہب قرار پایا۔
جس کا ذکر آگے آئیگا۔

یونانیوں کا حملہ اور ہندوستان کی تہذیب کی نسبت ان کے خیالات چند گہرے اور اشوک کا زمانہ

۳۲۷ء قبل از مسیح سکندر اعظم ہندوستان میں آیا۔ اس وقت پنجاب میں بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں ایک دوسرے کی مخالف تھیں۔ جنہوں نے سکندر کا مقابلہ کرنے کی بجائے اُن کا ساتھ دیا۔ مگر راجہ پورس نے تیس ہزار سپاہیوں اور چار ہزار سوار اور تین سو رتھ اور دو سو ہاتھیوں کا مقابلہ کیا۔ سکندر کی فوج پچاس ہزار تھی، مگر اس وجہ سے کہ پورس کے رتھ کچھ نہیں گئے۔ اور اُس کے ہاتھی آگے نہ بڑھے۔ سکندر کی فوج ہٹی۔ وہاں سے سکندر سو پران تک آیا۔ مگر چونکہ اس کی فوج آگے نہیں بڑھنا چاہتی تھی۔ وہ جہلم سے واپس لوٹ گیا۔ سکندر کے حملے کا ہندوستان پر صرف یہ اثر ہوا کہ اُس نے چند راجوں کے ساتھ اتحاد کر لیا۔ اور یونانی فوج شہروں میں تعینات کی۔ اور کچھ شہر آباد کئے۔

مہاتما بڑھ کے پری تووان (وفات) کے بعد سے سکندر اعظم کی چڑائی تک جو پوسٹل تغیرات اس ملک میں ہوئے۔ اُن کے ٹیک ٹیک حالات معلوم نہیں ہوئے۔ سکندر اعظم کے ساتھیوں کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت سنہ عیسوی سے ۳۲۱ برس پہلے اس ملک میں گلندیش کے راجہ مہانند

کی ایک بڑی بھاری سلطنت تھی۔ جس کے پاس چھ لاکھ پیادے۔ بیس ہزار
 سوار اور نو ہزار جنگی ہاتھی تھے۔ مہاند کے مرجانے کے بعد اُس کے آٹھ
 بیٹوں نے بل کر بارہ برس تک راج کیا۔ مگر نویں بیٹے چندرگپت نے
 جو نائین کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اپنے آٹھوں بھائیوں کو مار کر تمام راج
 اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔ چندرگپت نے اپنی سلطنت کو اتنی وسعت دی۔
 کہ افغانستان سے لیکر مشرق کی طرف بنگالہ تک اور ہمالیہ سے وسط ہند
 تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور سب سے پہلا شہنشاہ یا مہاراجہ ادھیراج اس
 ملک کا ہوا۔ اُس نے گجرات کے جزیرہ نما کو بھی اپنے قبضہ میں کر لیا تھا۔ اور
 وہاں پر اس کی طرف سے ایک وائیسر اے حکومت کرتا تھا۔ چندرگپت
 اتنا صاحبِ اقبال ہوا۔ کہ اُس نے اس ملک کے شمال مغرب کی سرحد کے اُن
 علاقوں کو جن کو سکندر اعظم نے اپنی حکومت میں شامل کر لیا تھا۔ اُس کے
 جنوب داروں کے قبضہ سے نکال کر اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔ اس وقت
 سیلوکس نیکوٹر نے (جو کہ سکندر کی وفات کے بعد باختر کا بادشاہ بن گیا تھا) اپنے
 ان علاقوں کو پھر واپس لینے کے لئے ہندوستان پر چڑھائی کی۔ لیکن اُس
 وقت کا ہندوستان وہ ہندوستان نہیں رہا تھا۔ جیسا کہ وہ سکندر اعظم
 کی چڑھائی کے وقت تھا۔ کیونکہ اب وہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں جو ایک دوسرے
 سے حسد رکھتی تھیں۔ اور جن کا یکے بعد دیگرے فتح کر لینا کچھ مشکل نہیں تھا
 بلکہ ان کی بجائے مہاراجہ چندرگپت نے ایک باقاعدہ اور مستحکم سلطنت
 قائم کر لی تھی جس کے مقابل میں سیلوکس نیکوٹر کا ٹھیرنا محال تھا۔ چنانچہ
 اُس نے شکست کھائی۔ اور اپنی لڑائی کی شادی چندرگپت سے کر کے

اور سکندر کے تمام مفتوحہ صوبجات سے معاہدہ افغانستان کے دست بردار ہو کر صلح کر لی۔ مہاراجہ چندرگپت نے بھی اپنی طرف سے اُس کو پانچ سو جنگی ہاتھی دیئے۔ ہیلیکوس کا ایک اچھی میگن تھینر نامی مہاراجہ چندرگپت کے دربار میں آیا۔ تو اُس کی دارالسلطنت پائلے پتر (پٹنہ) میں بہت عرصہ تک مقیم رہا۔ اُس نے جو چشم دید حالات لکھے ہیں۔ اُن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت دنیا میں مہاراجہ چندرگپت کی سلطنت کے برابر کوئی عظیم الشان اور باقاعدہ سلطنت نہیں تھی اور مہاراجہ چندرگپت دنیا کے بہت بڑے عالی حوصلہ شجاع اور بہادروں میں سے تھا۔

وہ اچھی اس دارالسلطنت پائلے پتر (پٹنہ) کا بہت مختصر ساحل یوں لکھتا ہے کہ اس شہر کے آباد حصہ کی لمبائی تقریباً دس میل اور چوڑائی دو میل ہے۔ اور اس کے گرد اگر دو ۶۰۰ فٹ چوڑی اور ۵۰ فٹ گہری ایک خندق ہے۔ اور اُس کی شہرینیاہ میں ۵۷۰ عروج اور ۶۴۷ پھانک ہیں۔ اور اُس کے شاہی کمپ میں اندازاً چار لاکھ آدمی ہیں۔

اس کی باقاعدہ فوج میں ساٹھ ہزار پیدل سپاہی تیس ہزار سوار اور آٹھ ہزار جنگی ہاتھی تھے۔ اور علاوہ ان کے ایک کثیر التعداد رتھوں کی تھی۔ جن کے افواج مہاراجہ اپنی خاص آمدنی سے دیتے تھے کہتے ہیں۔ کہ لڑائی کے موقع پر اُس کی فوج کی تعداد چھ لاکھ کے قریب پہنچ جاتی تھی۔

اس کے انتظام سلطنت کی بابت وہ لکھتا ہے۔ کہ وہ بہت باقاعدہ تھا۔ بعد میں اُس کی اولاد نے اس راج کو بہت بڑھایا۔ سکندر کے ہمراہیوں نے اُس زمانے میں ملک کی حالت بہت اچھی

بیان کی ہے۔ پنڈتوں اور گیسائیوں کی کثرت تھی۔ سکندر نے ایک جہراہی کو کچھ سادھوؤں سے کہ جنہوں نے اُس کے پاس آنے سے انکار کیا تھا۔ ملنے کو بھیجا۔ اُس نے دیکھا۔ کہ پندرہ آدمی شہر سے دو میل باہر دھوپ میں بیٹھے بیٹھے ہیں۔ اور کچھ کھڑے ہیں۔ اور کچھ پڑے ہیں۔ لیکن وہ اپنی جگہ کو نہیں چھوڑتے۔ ایک سادھو سے کہ جس کا نام کلانوس تھا۔ سکندر کے آدمی سنے گفتگو کرنی چاہی۔ مگر اُس نے اُس کو بہت لاپڑہا ہی سے جواب دیا۔ اس پر دوسرے سادھو نے اُس کو بڑا بھلا کہہ کر کہا۔ کہ تو اتنا غمزہ کیوں کرتا ہو غیر ملکوں کے لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرنا چاہئے۔ سکندر نے اُس سادھو کو اپنے ساتھ لے جانے پر بہت اصرار کیا۔ مگر اُس نے جواب دیا۔ کہ میں ایسے ہی اچھا ہوں۔ اس جسم کے قائم رکھنے کو جو کچھ چاہئے۔ وہ سب یہاں ہی موجود ہے۔ اور جب یہ چھوٹ جائیگا۔ تو میرے گلے سے بلا ملیگی اس سادھو کا نام منڈنس تھا۔ پھر سکندر نے کلانوس کو اپنے ساتھ جانے کو کہا اور وہ راضی ہو گیا۔ لیکن راستے میں جا کر بیمار ہو گیا۔ اور چتا بنا کر آگ میں جل گیا۔ سکندر نے اُس کی بڑی عزت کی۔ جب وہ چتا میں جلنے کو گیا۔ تو بہت سارے نقد وغیرہ اُس کو دیا۔ چونکہ اُس نے لوگوں کو بانٹ دیا۔ اور خوشی خوشی گاتا ہوا چتا میں جا کر بھسم ہو گیا۔ اس وقت میں بھی اس ملک میں ایسے ایسے بڑے کے درخت موجود تھے۔ کہ جن کے نیچے دس دس ہزار سادھو رہا کرتے تھے۔ ہندوؤں کی بہادری کے یونانی بہت مداح ہیں۔ لوگ چھوٹے چھوٹے لمبے تیر لگاتے تھے۔ اور ان کے گھوڑوں کی وضع قطع اور تربیت کی۔ اور ان کی شاہ سواری کا یونانیوں پر بہت اثر ہوا۔ اموڈورس کہتا ہے۔ کہ

دریائے بیاس کے پاس پندرہ سو شہر تھے۔ ان میں ایک کوس کے حلقہ سے کوئی کم نہ تھا۔ چند رگپت کے لشکر میں چار لاکھ آدمی رہتے تھے اور انتظام کی یہ خوبی تھی کہ دو سو درم سے زیادہ کسی روز نقصان نہ ہوتا تھا۔ راجہ زمین کی پیداوار کا محصول بقدر ایک چہارم عام طور پر لیتا تھا۔ کھیتوں کی آبپاشی و طریقہ انصاف۔ سڑکوں اور پٹیوں کی نگرانی گاؤں کے مقدم کرتے تھے۔ شادیوں میں روپے لینے یا دینے کا رواج نہیں تھا۔ سوسائٹی کی رسم برابر جاری تھی۔ دھوتی اور چادر عام پوشاک تھی۔ یہاں کے علم ریاضی کی ایسی شہرت تھی کہ فیثا غورٹ یونان کا مشہور ریاضی داں یہاں سے ہی ریاضی سیکھ کر گیا تھا۔ ہرودوٹس یونان کا مشہور مؤرخ ہندوؤں کو اور سب توہوں کے مقابلہ میں نہایت مہذب کہتا ہے۔ میگس تھینیز (۳۰۶ - ۲۹۸ قبل مسیح) کہتا ہے کہ اس ملک میں ایک سوائٹارہ ریاستیں ہیں۔ بعضے بعضے گاؤں کے مقدم بالکل خود مختار ہیں۔ وہ اپنا انتظام خود کرتے ہیں۔ اندھردیش میں جو کہ جنوبی ہندوستان میں ہے۔ بہت سے گاؤں اور تیس فیصد راج شہر ہیں۔ گجرات میں ایک شہر بڑی تجارت کی منڈی ہے۔ پرمیول (جو اب بمبئی ہے) اور سیلون جس کا نام تامل پر پی سنسکرت کتابوں میں ہے۔ بڑی تجارت کی جگہ ہیں۔ دریاؤں اور نروں کے ذریعہ سے پانی کھیتوں میں دیا جاتا ہے۔ سڑکوں اور جنگلوں اور کاشت کی نگرانی بخوبی ہوتی ہے۔ لوگ آرام کے ساتھ نہایت سادہ طریقہ سے گزارا کرتے ہیں۔ شراب پینے کا رواج نہیں ہے۔ چاول کی خوراک بہت ہے قانونی معاہدوں میں کوئی پیچیدگی نہیں ہوتی۔ مقدمات کم ہوتے ہیں۔ لوگ

ایک دوسرے پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور معاہدے تحریر نہیں ہوتے۔ نہ ان پر گواہی کرائی جاتی ہے۔ مکانات اور مال کی حفاظت کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سستی اور نیکی کی بمقابلہ عمر کے زیادہ قدر ہوتی ہے۔ پوری بہت کم ہوتی ہے۔ قانون سب زبانی ہے۔ زمین بہت زرخیز ہے۔ ملک کے بہت سے حصے میں آبپاشی کے ذریعہ سال بھر میں دو فصلیں برابر ہوتی ہیں۔ میوہ جات اور کھجوریں بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ اگر تہہ راجہ آپس میں لڑتے ہیں۔ مگر کمیوں کو نہیں اچھاڑتے۔ نہ درختوں کو کاٹتے ہیں۔ کاشتکاروں کی بلا برحفاظت کی جاتی ہے۔ ملک میں قحط نہیں ہوتا۔ ہندوستان کی ساخت کی چیزیں نیشیا اور اسکندریہ میں جا کر بڑی قیمت پر کہتی ہیں۔ یہاں کے لوگ صنعت و حرفت میں بڑے ہوشیار ہیں۔ اور ایسے لوگوں سے جو صاف ہوا میں رہیں۔ اور صاف پانی پیئیں۔ یہی توقع ہو سکتی ہے۔ زمین سے ہر قسم کی دوائیں مثلاً سونا چاندی۔ لوہا۔ تانبا جست وغیرہ بکثرت نکلتی ہیں۔ اور ان سے ہتھیار وغیرہ بنتے ہیں۔ لوگ اچھے کپڑے اور اچھے زیور پہننے کے شوقین ہیں۔ کپڑوں میں سونے کی تاروں کا کام اور قیمتی جواہر جڑے ہوتے ہیں۔ نہایت باریک ململ کے کپڑے جن پر پھول بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ لوگ پہنتے ہیں۔ امیروں کے ہاتھ اُن کے نوکر چھتری لگا کر چلتے ہیں۔ یہ حال تین سو برس قبل از مسیح کا ہے۔

چندر گپت ۲۴ برس یا دشاہت کر کے مرا۔ اور اپنی سلطنت اپنے بیٹے بندو سارامتر گھات کو دے گیا۔ جس نے اُس کے بعد ۲۵ برس تک راج کیا۔ اُس کے زمانہ کا کوئی واقعہ سوائے اس کے کہ سیریا کے سلطان

لے اُس کے دربار میں اپنا لہجی ڈباکوس کبچا تھا۔ اور کوئی نہیں ہے۔
 ۲۸۰ قبل مسیح میں سلیوکس نیکوٹر ۴ برس کی عمر میں قتل کیا گیا۔ اور اس
 کے بعد اُس کا بیٹا انٹی اوکس سویٹر میریا کے تخت پر بیٹھا۔
 سلیوکس کے مارے جانے کے آٹھ برس بعد بندوسار کا بیٹا اشوک
 مورہ خاندان کا تیسرا راجہ پائلے پتر کے تخت پر بیٹھا۔ اور ہندوستان کا
 مہاراجہ ہوا۔

لنکا کی ایک روایت کے مطابق اشوک نے یہ تخت بہت غوزیزی کے
 بعد حاصل کیا تھا۔ اور وہ روایت اس طرح سے ہے۔ کہ مہاراجہ بندوسار
 کی ۱۶ رانیوں سے ۱۰ بیٹے تھے۔ ان میں سے سب سے بڑا سومان اور سب
 سے چھوٹا تش یا تشا تھا۔ تیسرا بیٹا اشوک و تشیا کا سگ بھائی تھا۔ اُسے
 راجہ نے مغربی ہند (کنگسلا) سے بدل کر اجین کا وائیسر لے مقرر کر دیا تھا
 اُس نے جب اپنے باپ کے مرنے کی خبر سنی۔ تو جلدی سے دارالخلافہ میں
 آیا۔ اور آتے ہی اُس نے اپنے بڑے بھائی سومان اور دوسرے ۹۹ بھائیوں
 کو سوائے تشیا کے جو سب سے چھوٹا تھا قتل کر ڈالا۔ اور آپ تخت پر بیٹھا
 کر ہندوستان کا مہاراجہ ادھر راج بن گیا۔ اپنے بھائیوں اور دوسرے لوگوں
 کے قتل کی وجہ سے اُس کا نام دُشٹ (ظالم) اشوک پڑ گیا تھا۔ وہی دُشٹ
 اشوک بڑھ کی تعلیم کی وجہ سے بڑا دھرم اتما ہو گیا۔ وہ ۶۴ ہزار بڑھ بھکشوؤں
 کو روز کھانا دیتا تھا۔ اُس نے اپنی قلمرو میں بہت سے عبادت خانے بنائے
 اسی وجہ سے مگدھ دیش کا نام بہا رہا ہو گیا۔ اشوک نے بڑھ مذہب کے لئے
 بہت کچھ کیا۔ اور اُس کو بہت کچھ تعزیت دی۔ اس کی تکمیل کے لئے

اُس نے یہ پانچ وسائل استعمال کئے، را، بڑی کونسل جمع کی - ۱۲، بدھ مذہب کے اصول پتھروں پر کھدوائے، ۱۳، اُس کی پاکیزگی پر نظر رکھنے کے لئے ایک شاہی دفتر قائم کیا - ۱۴، اُپدیشیوں کے ذریعے سے اُس کے اصول پھیلائے، ۱۵، بدھ مذہب کے اصول دتواعد کی ایک مستند کتاب تیار کرانی - ۱۶، ۲۲۳ قبل مسیح میں پٹنہ میں اُس نے ایک بڑی (میسری) کونسل جمع کی - اور اُس میں ایک ہزار مشن آدمی شامل تھے - اُس زمانے میں بعض آدمیوں نے بدھ مذہب میں اپنے خیالات کو بھی بدھ جگوان کے اُپدیش بتلانا شروع کر دیا تھا - اس کونسل نے ان سب باتوں میں اصلاح کی :

راجہ اشوک کے وقت میں بدھ مذہب کو بڑا عروج ہوا - اس وجہ سے ۲۶۳ قبل مسیح سے ۲۲۳ قبل مسیح تک بازشاہت ملی - اور اس کی سلطنت نیپال، کشمیر، سوات اور قرب و جوار کے ملکوں اور افغانستان میں کوہ ہندوکش تک اور سندھ و بلوچستان تک تھی - اس وسیع سلطنت کے طرز حکومت پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ ہندوستان میں اُس وقت کس قسم کی تہذیب تھی - راجہ باہلی خود مختار تھا - اور ہر شے اُس کے حکم کے تابع تھی - شاہی حکم لوگوں کو ایک صدر دفتر کے ذریعے سے معلوم ہوتے تھے - کہ جس کے نائب عملاً شاہنراد سے یا شاہی رشتہ دار ہوتے تھے - ان انسروں میں سے ایک محسلا میں کہ جو ضلع راولپنڈی میں شاہ دیمیری کے قریب دریافت ہوا ہے - رہتا تھا - اس کے تحت میں وہ تمام ملک تھا - کہ جو ستلج کے مغرب میں ہندوکش تک ہے - دوسرا اجمین میں رہتا تھا - اس کے زیر حکومت تمام غزنی ہندوستان تھا - اپنے باپ کے وقت میں اشوک خود اس حصے پر حکمران تھا - تیسرا نائب سوزنگری میں رہتا تھا - اور جنوبی حصے پر حکمران تھا -

مفتوح ملک کیلئے ایک چوتھا نائب مقرر تھا۔ وہ تو کسی میں ہوتا تھا جو کہ غالباً آج کل جو گڈھ کھاتا۔ راجدانی کے قریب و چوار کے ملک نائبوں کے تحت میں نہیں تھے۔ ان کا انتظام خود راجہ کرتا تھا۔ شاہی نائبوں کے نیچے راجہ یعنی کسٹنر ہوتے تھے۔ جو کہ ہزاروں لوگوں پر حکمراں تھے۔ ان کے نیچے پردیشک یعنی افسر ضلع تھے ان کو عام طور پر مہا ماتر کہتے تھے۔ دھرم کی نگرانی کے لئے جو افسر ہوتے تھے۔ ان کو دھرم مہا ماتر کہتے تھے۔ ان کا فرض تھا۔ کہ راجہ کی رعایا اور یون (غیر ملک کے لوگ) وغیرہ لوگوں میں دھرم کو پھیلا دیں۔ رعایا کے آرام کا لحاظ رکھیں۔ نامناسب قید یا سزا کی شکایت کو دور کریں۔ اگر کوئی قیدی ضحیت العمر ہو۔ اور اس پر کسی کنبے کے پالنے کا بوجھ ہو۔ اور اس کو پھانسی کا حکم ہو چکا ہو۔ تو وہ اس کو معافی دلو میں شاہی خیرات تقسیم کریں۔ جانوروں کو ناجائز طور پر مارنے یا تھیلیف دینے والے لوگوں کو سزا دینا ان کا فرض تھا۔ اور اگر بیٹیاں باپ کی گستاخی کرے۔ تو اس کو سزا دینا بھی انہی کا کام تھا۔ انتظام جنگی کی بھی عجیب کیفیت تھی۔ سپاہی تلوار دونوں ہاتھوں سے چلاتے تھے۔ تاکہ زور کا ہتھ پڑے۔ سواروں کے پاس دو بھالے ہوتے تھے۔ مگر پیادوں کے مقابلے میں ان کی ڈھالیں چھوٹی ہوتی تھیں۔ وہ گھوڑوں پر نہ زین ڈالتے تھے۔ نہ دانہ لگاتے تھے۔ بلکہ ان کے منہ پر ایک گول چیز سیل کے چمڑے کی جس میں اوپے کی کیلیں اندر کو لگی ہوتی ہوتی تھیں۔ جگاتے تھے گھوڑے کے منہ میں ایک کیسیل دی جاتی تھی۔ اور اس میں اس گتی تھی۔ جس وقت سوار اس کیسیل رکھینچتا تھا۔ تو اس کیسیل سے گھوڑا مرک جاتا تھا۔ کیونکہ گھوڑے کو وہ کیسیل چھیننے لگتی تھیں۔

راجہ کے پاس چھ لاکھ پیادے۔ تیس ہزار سوار اور نو ہزار ہاتھی علاوہ رکھتوں

کے تھے۔ اس تمام فوج کا انتظام میں شخصوں کے سپرد تھا۔ اور ان کی چھ جماعتیں تھیں۔ اور ہر ایک جماعت کے متعلق فوج کا ایک حصہ ہوتا تھا۔ (۱) فوج بھری کا حصہ (۲) رسد و بار برداری کا انتظام۔ (۳) پیادہ فوج کا حصہ (۴) سواروں کا حصہ (۵) لڑائی کے رکھوں کا حصہ (۶) ہاتھیوں کا حصہ۔ جس وقت ہتھیاروں کا کام نہیں ہوتا تھا۔ تو وہ اسلحہ خانہ میں رکھ دیئے جاتے تھے۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کے لئے مصطلح مقرر تھے۔ کوچ کے وقت بیل رکھوں کو کھینچتے تھے۔ تاکہ گھوڑے ٹھک نہ جائیں۔ ہر رات میں دو یا چار گھوڑے برابر برابر جوتے جاتے تھے۔ اور ان میں علاوہ رکھ بان کے دو نرٹے والے ہوتے تھے۔ ہر ہاتھی پر علاوہ فیضان کے تین سپاہی ہوتے تھے۔ ہر پیادہ کے پاس ایک کمان اُس کے قد کے برابر کی ہوتی تھی۔ اُس کو وہ زمین پر رکھ کر بائیں پاؤں سے دباتا تھا۔ اور کمان کی رسی کو خوب کھینچ کر تیر چھوڑتا تھا۔ تیر قریب نین گز کے لمبا ہوتا تھا۔ اور وہ اس زور سے جاتا تھا۔ کہ اُس کو ڈھال سے بھی روکنا مشکل تھا۔ سپاہی کے بائیں ہاتھ میں بیل کی کھال کی لمبی ڈھال ہوتی تھی کسی کسی کے پاس بھالا ہی ہوتا تھا۔ مگر تلوار سب کے پاس ہوتی تھی۔ اُس کا پھل چوڑا ہوتا تھا۔ مگر وہ صرف تین ہاتھ لمبی ہوتی تھی۔ تلوار صرف سخت ضرورت کے وقت استعمال کی جاتی تھی۔ نہریں بھی جاری تھیں۔ اور کاشتکاروں کو ان سے مناسب مقدار میں پانی دیا جاتا تھا۔ رُوموں میں جو پتھر ۲۵ ق م میں کھدوایا گیا تھا۔ اُس سے معلوم ہوا۔ کہ کاکھیٹا واڑ کے حاکم نے اشوک کے حکم کی تعمیل میں نہریں اور پل گزار کی مصنوعی جھیل سے پانی لینے کے لئے پائے ماگزاری جمع کرنے کے لئے عیلوہ افسر مقرر تھے۔ تمام زمین راجہ کی ہوتی تھی

بعضوں کا قول ہے۔ کہ کاشتکاروں کو پیداوار کا $\frac{1}{4}$ حصہ ملتا تھا۔ اور بعضے کہتے ہیں۔ کہ وہ $\frac{1}{2}$ سسرکامیں دیتے تھے۔ علاوہ اس کے ان کو اور بھی کچھ دینا پڑتا تھا۔ شہر پٹلی پٹیر جو کہ دارالخلافہ تھا۔ دریائے گنگا و سون کے سنگم پر جنوبی کنارے پر اُس جگہ تھا۔ کہ جہاں آج کل پٹنہ اور بانگی پور واقع ہیں دریائے سون اب دوسری طرف ہو کر جاتا ہے۔ اب وہ گنگا میں دینا پور کے قریب مل جاتا ہے۔ مگر پڑانی دہار اب بھی محاذم ہوتی ہے۔ یہ شہر جو کہ پورول میں ۹ میل عرض میں $\frac{1}{2}$ میل تھا۔ اس کی چار دیواری لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔ جس میں ۶۴ دروازے تھے۔ اس کے چاروں طرف ایک بڑی گہری خندق تھی۔ اور اندر کی طرف ۴۰ ہ برج تھے۔ مگر اشوک نے باہر کی چار دیواری چُونے کی بنوائی۔ اور بہت سی پتھر کی عمارتیں ایسی ایسی بنوائیں۔ کہ ان کو لوگ بعد میں یوتاؤں کی بنائی ہوئی کہنے لگے۔ اس شہر کا بہت سا حصہ بانگی پور کے نیچے دیا ہوا نکلا ہے۔ اور چند عمارتوں کے نشانات اب بھی پائے گئے ہیں۔ چند جگہوں پر کھودنے سے یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ یونانی مسافروں نے جتنی اس کی وسعت بتلائی تھی۔ وہ صحیح ہے۔ اس وسیع شہر کا انتظام مثل فرج کے انتظام کے تیس آدمیوں کے سپرد تھا۔ اور ان کی بھی ویسی ہی چھ بچے تھے بنائی گئی تھیں پہلی جماعت کے متعلق صنعت اور کاریگروں کا انتظام۔ اور دوسری کے ذمے پردیسیوں کے رہنے اور کھانے پینے کا انتظام تھا۔ بیمار پردیسیوں کو دوائی دی جاتی تھی۔ اگر وہ مر جاتے۔ تو ان کو دفن کر دیا جاتا تھا۔ اور ان کی جائدادوں کا انتظام سرکار کرتی تھی۔ اور جو کچھ آمدنی ہوتی تھی۔ وہ ان کے درشا کو پہنچا دی جاتی تھی۔ تیسری جماعت کے ذمہ پیدائش اور موت کا

لکھنا تھا۔ چوتھی کے ذمہ تجارت کا اہتمام تھا۔ ٹاپ اور وزن کی نگرانی کی جاتی تھی۔ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں ہر ایک موسم کی چیز مناسب وقت پر عام شہتار کے ذریعہ سچی جاتی تھی۔ اقبیتیں مقرر تھیں۔ جو بیوپاری کہ ایک سے زیادہ چیزوں میں تجارت کرنا چاہتا تھا۔ اُس کو دو گنا محصول دینا پڑتا تھا۔ پانچویں جماعت کے متعلق کارخانہ جات کا انتظام تھا۔ اور اُن کی بنائی ہوئی چیزیں اسی طرح سے بکتی تھیں۔ جس طرح کہ باہر کی آئی ہوئیں چھٹی جماعت کے متعلق تمام فروخت شدہ چیزوں پر محصول جمع کرنے کا انتظام تھا۔ اس محصول سے بچنے کی سزا موت تھی۔ چندرگپت کا قانون فوجداری بہت سخت تھا۔ اشوک نے اس میں چند ترمیمات کیں۔ جب راجہ شکار کو جانا۔ تو اگر کوئی شخص اس راستہ کے اندر جو رستی سے علیحدہ کر دیا جاتا تھا۔ آجاتا۔ تو اس کو موت کی سزا دی جاتی تھی۔ اگر کسی کارگیر کے ہاتھ یا آنکھ کو نقصان پہنچتا۔ تو مجرم کو موت کی سزا ملتی تھی اگر کسی کے اور کسی عضو کو نقصان پہنچایا جاتا تھا۔ تو ایسا کرنے والے کا وہی عضو اور دایاں ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا۔ چھوٹی ٹگواہی دینے کی سزا میں ہاتھ پاؤں کی انگلیاں کاٹی جاتی تھیں بعض بعض جرائم کی سزا سر مونڈوانا تھا جس کو لوگ سب سے بُرا خیال کرتے تھے۔ جو سلطنت کہ اشوک کو چندرگپت سے ملی۔ اُس کی وسعت ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جیسا کامل انتظام بیدر نجات کے حملہ روکنے کے لئے تھا۔ ویسا ہی اندرونی انتظام بھی تھا۔ پٹلی پتر ایک بڑی بھاری سلطنت کا تین نسل تک دار الخلافہ رہا۔ اور گوانج کل کے مہذبانہ طریقے وہاں پر جاری نہیں تھے۔ مگر پھر بھی اشوک نے کابل اور گرنار میں جو کہ وہاں سے ایک ایک ہزار میل سے زیادہ دور تھے۔ اپنی حکومت چلائی۔ وہ اتنا طاقتور

تھا۔ کہ اُس نے اپنی سلطنت میں اپنے عہد حکومت کے نویں سال میں لڑائی بند کر دی۔ اور سرحد کی جو بڑی جنگی قومیں تھیں۔ اُن پر نہایت بُر دباری سے حکومت کی۔ بہت سی عمارتیں بنوائیں۔ اور اپنے قلمرو میں لوگوں کو پرہیزگاری اور نیک چلنی سکھائی۔ اُس کے احکام جو بڑی بڑی لاٹوں پر کندہ کئے گئے تھے یہ تھے :-

۱، کوئی جانور کھانے یا لگ کے لئے ذبح نہ کیا جائے۔ (۲) انسانوں اور حیوانوں کے لئے دوا خانے مقرر ہوں۔ اور درخت و کنوئیں سڑکوں پر لگائے جاویں۔ (۳) پانچ برس میں ایک دفعہ سب لوگ اپنے گناہوں کا اظہار کریں اور بڑھ مذہب کے اصول مشترک کئے جائیں۔ (۴) زمانہ سابق دجال کا مقابلہ کیا جائے تاکہ لوگ راجہ کی حکومت میں خوشی سے بسر اوقات کریں۔ (۵) بڑھ مذہب کے وعظ کرنے والے غیر ملکوں میں جاویں۔ اور غیر قوموں کو اُس کا مفقہ بنائیں۔ (۶) رعایا کے چال چلن کے نگراں افسر مقرر ہوں۔ (۷) سب پر یہ ظاہر کیا جائے کہ مذہب ایک ہے۔ اور سب لوگ برابر ہیں۔ (۸) سابق راجاؤں کی آرام طلبی کا راجہ حال کی پاکیزہ عادتوں سے مقابلہ کیا جائے (۹) نیکی کا کہ جس سے بہبودی ہوتی ہے۔ برتاؤ کیا جائے۔ (۱۰) اس جہان فانی کی چند روزہ خوشی اور راحت حقیقی کا جس کو راجہ چاہتا ہے۔ مقابلہ کیا جائے۔ (۱۱) دوسروں کو دھرم پر چلانا ہی سب سے بڑی خیرات خیال کی جائے۔ (۱۲) ناستکوں سے مباحثہ کیا جائے :-

یہ احکام چودہ لاکھوں پر کندہ کئے گئے تھے چنانچہ دہلی میرٹھ۔ الہ آباد۔ نڈگرہ۔ رام پور۔ وائسپانچی وغیرہ میں اب بھی یہ لاکھیں موجود ہیں۔ بعض احکام

میںاروں پر بھی کھدوائے گئے تھے۔ اُن میں سے شہباز گڑھی میں جو پشاور سے چالیس میل پر ہے۔ تیسرا ضلع ہزارہ پنجاب میں۔ کالسی میں جو کہ پندرہ میل منصورہ پہاڑ سے ہے۔ سوپارہ ضلع بھٹانہ میں جو بمبئی کے قریب ہے کوہ گرنار میں جو خلیج بنگال پر واقع ہے۔ جھوانیشور میں جو ضلع کنک میں ہے اور جٹو گڈھ مدراس میں موجود ہے۔ اُس وقت سنگتراشی بڑی ترقی پر تھی اور وہ سامان آسائش جو مغلوں کے وقت میں موجود تھا۔ سب موجود تھا۔ کلری کا کام بہت خوبصورتی کے ساتھ کیا جاتا تھا۔ اور نقاشی ایسی ہوتی تھی کہ گویا چیز منہ سے بول رہی ہے۔ جب راجہ اشوک تقریباً چالیس برس حکومت کر کے ۲۲۳ء قبل از مسیح مرا۔ تو کہتے ہیں۔ کہ اُس نے اپنے مرنے وقت تمام راج دھرم ارتھ بدھوں کی جماعت کو پُٹن کر دیا۔ اور یہہ کہا۔ کہ میں اندر کے سورگ یا برہم کے لوگ میں سنا نہیں چاہتا۔ نہ میں ایسی جاہ و شہمت کو جو مثل گنگا کی لہر کے آتی جاتی رہتی ہے۔ چاہتا ہوں۔ میں تو اُس نفس کشی کا خواستگار ہوں۔ کہ جس کو رشی بڑا مانتے چلے آئے ہیں۔ مجھے وہ بہبودی درکار ہے۔ کہ جس میں کبھی کمی نہیں ہوتی۔

اس زمانہ میں زبان پراکرت جو سنسکرت جو پالی کے بیچ میں ہے بولی جاتی تھی۔ بعض نامگوں میں جو پراکرت زبان ملتی ہے۔ وہ پالی سے بہت کچھ مشابہت رکھتی ہے۔ اسی پراکرت زبان سے ہندی زبان ہے۔ بڑے آدمی ہمیشہ سنسکرت بولتے تھے۔ پالی یا پراکرت عوام میں رائج تھی۔ تمام مورتوں کو جنہوں نے اس بارے میں تحقیقات کی ہے اتفاق ہے۔ کہ ہندوستان کے لوگوں نے خود اپنے حروف ایجاد

کئے کسی غیر قوم سے بھگتا نہیں سیکھا۔ یہ حروف مشابہ اُن حروفوں کے تھے کہ جن میں اب سنسکرت اور ناگری بھی جاتی ہے۔

حصہ دوم

اشوک کی زندگی کے حالات

باب اول

اشوک کی پیدائش اور بچپن

بندوسار کی سلطنت کے ایک شہر چمپا پوری نامی میں ایک غریب برہمن رہتا تھا۔ اس برہمن کے ہاں ایک نہایت خوبصورت لڑکی سو بھدرائی تھی جب وہ لڑکی جوان ہوئی۔ تو اس کے باپ کو اس کی شادی کرنے کا فکر دامن گیر ہوا۔

ایک دن ایک جوتشی اُس کے مکان پر آیا۔ اور لڑکی کی جنم پتری دیکھ کر کہنے لگا کہ اس لڑکی کے ہاں دو لڑکے پیدا ہوں گے۔ ایک چکرورتی راجہ (شاہنشاہ) بنے گا۔ دوسرا فقیرانہ زندگی بسر کرے گا۔ کیونکہ

اس کے گرنے کا کھشتر نہایت اعلیٰ درجہ کے دکھائی دیتے ہیں :-
یہ سن کر وہ برہمن اپنی لڑکی کو راجہ کے پاس لے گیا۔ جب برہمن نے
لڑکی کو راجہ کے سامنے حاضر کیا۔ تو راجہ بندو سارا اُس لڑکی کی خوبصورتی دیکھ
کر اُس پر فریفتہ ہو گیا۔ اور اُس نے اُس کے ساتھ بیاہ کر کے اُس کو محل
میں داخل کر لیا۔ اُس کے ساتھ راجہ کی از حد اُلفت دیکھ کر دوسری سانیل
دل میں جلنے لگے تھیں۔ اور اُنہوں نے اُس کے ساتھ دشمنی اور نفرت
کا برتاؤ شروع کیا۔ کہ جس سے کسی طرح راجہ اُس کی طرف سے بدظن ہو کر
اُس کی طرف دھیان نہ دے۔ چنانچہ اُنہوں نے اُس سے بیچ کام -
(برتن وغیرہ صاف کرانے کا کام) کرائے شروع کئے۔ اس کا نتیجہ یہ
ہوا۔ کہ بیچ راجہ نے کچھ خرصہ کے بعد اس لڑکی کو بیچ ذات کی لڑکی
سمجھ کر اُس کو اپنے دل سے بھلا دیا۔ جس سے اُس برہمن لڑکی کو بڑی تکلیف
ہوئی۔ وہ ہر روز راجہ کو ملنے کے لئے غسل خانے میں جایا کرتی تھی۔ تاکہ موقعہ
پاکر اُس کے سامنے اپنی تمام حقیقت بیان کرے۔ ایک روز راجہ نے
خوش ہو کر کہا: جو تو چاہتی ہے۔ مجھ سے مانگ۔ اس پر اُس نے نہایت
حلیمی سے جواب دیا۔ ”مہاراج! عورتوں کو مہارانی بننے کے سوا اور کیا
خواہش ہو سکتی ہے۔ اگر آپ کی مرضی ہو۔ تو اس ناچیز کو بھی رانیوں میں شمار کیا
جائے۔ اس پر راجہ نے جواب دیا۔ ”بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ میں
کشتری اور تو داسی یعنی شودر کی لڑکی“ اس پر لڑکی نے اپنی تمام کہانی سنائی
اور راجہ کو اُس کی دوسری رانیوں کی بدسلوکی کی طرف متوجہ کیا۔ راجہ کے
دل میں خیال پیدا ہو گیا۔ کہ بیچ دوسری رانیوں نے اُس کو دھوکا دیا

ہے۔ اور فوراً اس لڑکی کو مہارانیوں میں شمار کر کے اُس کے رہنے کیلئے ایک الگ محل مقرر کر دیا۔ آہستہ آہستہ راجہ کو اُس کے ساتھ پھر بچہ محبت ہو گئی۔ اور اس محبت کے شجر کا جو پہلا پھل صہل ہوا۔ وہ اشوک تھا۔ اس کا نام اشوک رکھنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے۔ کہ اُس کی پیدائش کے وقت اُس کی ماں کو بالکل کسی قسم کی بھی تکلیف نہیں ہوئی۔ اس کے بعد اس کے ہاں ایک اور لڑکا پیدا ہوا۔ اُس کا نام دیت اشوک رکھا گیا۔

راجہ بندوسار کی دیگر رانیوں سے بھی کئی لڑکے تھے۔ ایک روز شاہزادوں کے استاد جنگل میں جیو کو طلب کر کے راجہ نے کہا۔ کہ کون میرے بعد تخت سلطنت کی قابیلیت رکھتا ہے۔ اس کا امتحان کرنا چاہئے۔ استاد نے مہاراجہ کی رائے سے اتفاق کر کے ایک تاریخ شہزادوں کے امتحان کی مقرر کر دی۔ تاریخ مقررہ پر کل شہزادے جمع ہوئے۔ ادھر اشوک کی ماں نے بھی اشوک سے کہا۔ کہ آج سب راجکار ایک جا جمع ہوئے ہیں۔ کہ آئندہ کون راجہ ہوگا۔ تم بھی وہاں جاؤ۔ اشوک نے کہا۔ میں کیونکر جاؤں میرے جاننے سے مہاراجہ کبھی خوش نہ ہوں گے۔ مہاراجہ میری بدصورتی کی وجہ سے ہمیشہ مجھ سے ناراض رہتے ہیں۔ مگر اپنی ماں کے اصرار و ترغیب سے جانے کو راضی ہوا۔ راجہ کی ایک ضعیف تھمتھی تھی۔ اُس پر سوار ہو کر اشوک راجکاروں کے مجمع میں گیا۔ دیکھا کہ شاہزادے زردق برق چٹا کس پہنے ہوئے سوئے چاندی کی کرسیوں پر اکرٹے بیٹھے ہیں۔ اشوک سے کسی نے بیٹھنے تک کو بھی نہ کہا۔ آخر اشوک زمین پر بے تکلف بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں راجکاروں کے لئے انواع و اقسام کے کھانے آئے جن کو شہزادوں

نے بل کر کھایا۔ مگر اشوک کو کسی نے نہ پوچھا۔ اشوک کی ماں نے دہی چڑھا
 بھجوا دیا تھا۔ اشوک نے وہی کھایا۔ راجہ نے استاد کی جانب مخاطب
 ہو کر کہا۔ کہ امتحان کا وقت آ گیا ہے۔ استاد نے بڑے غور کے ساتھ
 چاروں طرف نظر دوڑائی۔ مگر بجز اشوک کے دوسرے کسی راجہ کا نام
 راج کی علامتیں نظر نہ آئیں۔ مگر کہتے ہوئے خوف غالب ہوا۔ کیونکہ راجہ
 کی جیسی نظر عنایت اشوک پر تھی۔ وہ ظاہر ہی تھی۔ پس اگر اس حالت میں
 کچھ کہتا۔ تو نہ تو اس کی اپنی جان کی خیریت تھی۔ اور نہ اشوک کی۔ بڑے
 غور و تامل کے بعد کہا۔ کہ مہاراجہ! میں بغیر کسی امتحان کے کسایتہ بتا دیتا
 ہوں۔ کہ کون سلطنت کے قابل ہے۔ شہزادوں میں جس کی سب سے
 اچھی سواری ہے جس کی سب سے اعلیٰ نشستگاہ ہے۔ جس کی سب سے
 اچھی خوراک ہے۔ وہی راجہ ہوگا۔ مجھ برخاست ہوا۔ ہر ایک اپنے قیامگاہ
 کو لوٹا۔ اشوک سے اس کی ماں نے پوچھا۔ کیوں بیٹا۔ امتحان میں کیسے
 اترے؟ اشوک نے کہا۔ کہ استاد کے اشارے سے تو مجھے قوی
 اُمید ہے۔ کہ میں ہی راجہ ہوں گا۔ ماں نے دریافت کیا۔ کہ یہ کیونکر تمہیں
 معلوم ہوا۔ اشوک نے جواب دیا۔ کہ استاد نے کہا ہے۔ کہ جس کی سب
 سے اچھی سواری ہے۔ جس کی سب سے اعلیٰ نشستگاہ ہے۔ جس کی سب
 سے اچھی غذا ہے۔ وہی راجہ ہوگا۔ ہر ایک اچھا قیمتی رتھوں اور گھوڑوں
 پر گئے تھے۔ مگر میں اپنے باپ کی رتھ پر گیا تھا۔ راجہ کے لئے رتھ سے
 بڑھ کر اور کون عمدہ سواری ہو سکتی ہے۔ کل شہزادے قیمتی کرسیوں پر
 بیٹھے تھے۔ مگر میں پاک زمین پر بیٹھا تھا۔ اب زمین سے بڑھ کر اور کون

اعلیٰ نشستگاہ ہو سکتی ہے۔ ایسے ہی میری غذا بھی سب سے اعلیٰ تھی۔ یعنی نئے دان کا چڑوا۔ گائے کا دہی۔ جو دیوتاؤں کی غذا ہے۔ انہی باتوں سے مجھے قوی اُمید ہے۔ کہ میں ہی راجہ نوٹنگا۔ یہ باتیں سن کر اٹوک کی ماں ناموشس ہو گئی۔

اٹوک برصورت تھا۔ اس لئے اس کے باپ کو اس سے بالکل محبت نہ تھی۔ اور اُس کی طبیعت بھی شرف سے ہی نہایت غصہ ور تھی۔ وہ ہمیشہ کسی نہ کسی کو تنگ کرتا رہتا تھا۔ اس لئے سب لوگ اس سے متنفر رہتے تھے۔ پھر بھی جو لوگ اس سے ہر وقت خائف رہتے۔ وہ بھی سوچا کرتے تھے۔ کہ نہ معلوم کسی وقت یہ لڑکا کیا رنگ لائے۔ اٹوک کی غضبناک طبیعت کے سبب اس کو چندال (ظالم) کہا کرتے تھے۔ یہ حوصلہ مند مگر ضدی میت قتل مگر سخت مزاج تھا۔

راجہ راتوک میں ایسی عادات کا پیدا ہو جانا کوئی حیرانی کی بات نہیں تھی۔ کیونکہ بچپن ہی میں برصورت ہونے کی وجہ سے باپ اُس کے ساتھ پیار نہیں کرتا تھا۔ لہذا چھوٹی عمر میں اُس کو جو اخلاقی تعلیم راجہ کی طرف سے ملنی چاہئے تھی۔ اُس سے وہ بالکل محروم رہا۔ ماں کے سوائے اُس پر کسی کی نگاہ نہ تھی۔ جوانی کی عمر میں اُس کے باپ کو چاہئے تھا۔ کہ اُس کی ہر طرح سے خبر گیری رکھتا۔ مگر اُس نے اس بات کا کچھ دھیان نہ رکھا۔ راجہ اٹوک کے بڑا ہو جانے پر بھی اس کے مزاج میں کسی قسم کی تبدیلی نہ پا کر راجہ کو اور بھی غصہ آنے لگا۔ اور اُس نے اس کو جس سے باہر نکال لینے کی صلاح کی۔

ایک دفعہ رعیت نے ٹکسلا (پنجاب) کے صوبے میں غدر کیا۔
 ٹکسلا ایک نہایت خوبصورت شہر پنجاب کی حدود کے اندر تھا۔ آج
 صرف کھنڈرات ملتے ہیں۔ اور کچھ دکھائی نہیں دیتا، اشوک کو غدر
 کے رفع کرنے کے لئے وائسرائے کا اعلیٰ عہدہ دے کر بہمراہ بھاری
 فوج کے ٹکسلا کو روانہ کیا گیا۔ اشوک کے وہاں پہنچنے پر لوگوں نے نہایت
 قیمتی تحفے تحائف لے کر اس کا استقبال کیا۔ رعیت نے صوبہ دار
 کے ظلم و تعدی کی شکایت کی۔ جس کی وجہ سے غدر وقوع پذیر ہوا تھا
 اشوک کو معلوم ہو گیا۔ کہ رعیت کا شور و شرمحض صوبہ دار کے ظلم و زیادتی
 کے سبب سے تھا۔ ٹکسلا اور سوسا کی رعیت نے اطاعت منظور کر
 لی۔ جب پنجاب میں امن و امان ہو گیا۔ تو اس کے کچھ عرصہ بعد راجہ
 بندوسار نے راجہ مار اشوک کو ٹکسلا سے اُجین کا حاکم مقرر کر کے بھیج دیا
 اُجین جا لے وقت اسے راستہ میں ایک دن ایک جگہ رہنے کا اتفاق
 ہوا۔ وہاں ایک دوہتمند کی نوجوان اور خوبصورت لڑکی دیوی نامی کے
 ساتھ اس نے شادی کر کے اُس کو اپنی رانی بنا لیا۔ اور اس کو اپنے ساتھ
 اُجین لے گیا۔ اُس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام مہندر رکھا گیا۔ اس
 کے دو سال بعد لڑکی پیدا ہوئی۔ جس کا نام سنگھ مترا تھا۔

باب دوم

راجہ بندساک کی وفات۔ اور اشوک کی تخت نشینی

اور اُس کا ظلم و تعدی

اشوک کے پنجاب سے چلے جانے کے بعد وہاں کے لوگوں نے پھر غدر کیا۔ اور اب کے دن کا فساد مٹانے کے لئے راجہ کو اپنا بڑا لڑکا سویم روانہ کرتا پڑا۔ سویم کے پنجاب کی طرف روانہ ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد راجہ کو پیغام اجل آ گیا۔ اب راجہ سوچنے لگا۔ کہ میرے بعد کون تخت نشین ہونا چاہئے۔ اشوک عقہہ و راہ بدستور ہونے کے سبب پہلے ہی اہم کے دل سے اُترا ہوا تھا۔ اس پر راجہ نے اپنے منترے (وزیر) کے ساتھ صلاح کی۔ کچھ عرصہ پہلے ایک دن ایسا اتفاق ہوا۔ کہ راجہ کو سویم بلغ سے محل میں آ رہا تھا۔ جب کہ اُس نے ہنسی سے وزیرِ عظم کی بے عزتی کی جس سبب سے منترے رادہ گپت راجہ کو سویم سے ناراض ہو گیا۔ اور اسی دن سے پرلوی کونسل کے ممبروں کے ساتھ مل کر سویم کو تخت سے محروم رکھنے اور اشوک کو تخت پر بٹھانے کی سازش میں مصروف تھا۔ رادہ گپت نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر سویم سے بدلہ لینے کی نیت سے اشوک کو گدھی نشین کرنے کی صلاح دی، لیکن راجہ نے وزیر کی صلاح نہ مان کر فیصلہ کیا۔ کہ اشوک فی الحال سلطنت کا کاروبار کرے

لیکن جب سویم پنجاب سے واپس آئے۔ تو سلطنت اس کے سپرد کر دی جائے۔ اسی قسم کی وصیت کرنے کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ مگر سزا کی عذات کے بعد ویرانے اٹھوک کے سر پر تاج رکھ دیا۔

باپ کی موت کی خبر سن کر سویم پائی میٹر (پینہ) کی طرف روانہ ہوا۔ اور اراجم اس کو راستے ہی میں معلوم ہو گیا تھا۔ کہ اشوک تخت پر قابض ہو گیا ہے۔ مگر اس نے اپنی طاقت پر بھروسہ کر کے اشوک کی پرواہ نہ کرتے ہوئے تھوڑی سی فوج فراہم کر کے اس پر چڑھائی کر دی۔ اشوک کچھ تو پہلے ہی طاقت ور اور زبردست تھا۔ اب سلطنت ہاتھ آ جانے پر وہ اور بھی مضبوط ہو گیا تھا۔

اور اس پر طرہ یہ کہ اس وقت راداپنت جیسا اعلیٰ درجے کا وزیر تھا اس لئے سویم کو شکست دینا اشوک کے لئے کچھ بڑی بات نہ تھی۔ سویم لڑتا ہوا ایک خندق میں گر کر مر گیا۔ روایت ہے کہ اس کے بعد اشوک نے اپنے تمام بھائیوں کو سوائے تشیہ کے جو کہ سب سے چھوٹا تھا۔ قتل کر ڈالا۔ اور اسی وجہ سے اس کا نام دُشٹ اشوک پڑ گیا لیکن وہی اشوک جہاں تہا بڑھ کی تسلیم پا کر ایسا دھرم تہا بن گیا۔ کہ جس کی مثال دنیا کی تواریخ میں کم ملتی ہے۔

لیکن بڑھ کا پروینے سے پہلے اس کا فرج ایسا غضبناک تھا کہ لوگوں پر ہر قسم کے ظلم و تعدی کر کے خوشی حاصل کرتا تھا۔ اور اس کا غصہ اس قسم کا تھا کہ جس نے ذرا بھی قصور کیا۔ اس کو فوراً موت کی سزا دیتا تھا۔ یہاں تک کہ عورتوں اور خاص اپنی رائیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرتا تھا۔ ایک روز جبکہ اس کے پانچ سواہر نے اس کو اس کے ارادے

سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ تو اشوک، غصے اور غضب کی آگ سے بھرک اٹھا۔ اپنی تلوار میان سے پھینچی۔ اور بڑا ت خود تمام کے سراپے ہاتھ سے تسلیم کئے۔

اُس کے وزراء، جو کہ اس غضبناک بے رحمی کے خوفناک فعل کو دیکھ کر دم بخود ہو گئے تھے۔ اُس سے درخواست کرنے لگے۔ کہ حضور اپنے ہاتھوں کو خون سے ناپاک مت کریں۔ ایک جلاؤ کو مقرر کریں۔ جو کہ ملزموں کو باہر لے جایا کرے۔

راجہ نے اس بات کو منظور کر لیا۔ اور ایک آدمی جس کا نام چندرگرگ تھا۔ اور جو بے رحمی میں بے مثال اور لائق تھا۔ جو کہ حیوانوں کو اذیت پہنچانے میں خاص اُلس رکھتا تھا جس نے کہ اپنے والدین کو خود ہلاک کیا تھا تلاش کیا گیا۔ اور اُس کو دیگر سب جلاؤں کا افسر مقرر کیا گیا۔ راجہ نے اُس کے کام میں لانے کے لئے ایک جیل خانہ تعمیر کرایا۔ جو کہ بیرونی طرف سے نہایت دیکش تھا۔ تاکہ آدمی اس کی طرف کبھی چلے آویں۔ اور اس طرح دوزر کی تمام اذیتوں کو برداشت کریں۔ جو کہ اُس کے اندر داخل ہونے کے لئے اُن کا انتظار کر رہی ہوتی تھیں۔ کیونکہ راجہ کا حکم تھا۔ کہ کوئی جو کہ اُس کے اندر داخل ہو جائے۔ زندہ باہر نہ نکلے نہ پائے۔

ایک دن شاہی محل کی استریوں نے جن کو کہ اشوک کی بھدری سہی شکل بیجاہ سنگی۔ باغ میں سے اشوک (ایک قسم کا درخت) کے پتے توڑ کر اُس پر محول اڑایا۔ راجہ اشوک کو جب اس واقعہ کی خبر لگی۔ تو اُس نے پانچ سو عورتوں کو زندہ جلوادیا۔

اشوک کے اس قسم کے ظلموں سے اس کی رعیت نہایت خوفزدہ ہو گئی۔ اور اس کے دوسرے ہمسایہ خود مختار راجاؤں میں بھی کھلبلی پڑ گئی لیکن اشوک ایسا مغرور ہو گیا۔ کہ اپنے آپ کو براتما کے برابر تصور کرنے لگا اپنی سلطنت کی شان و شوکت اور طاقت کو اندر کی شان و شوکت اور طاقت سے بڑھ کر اور اپنے دار الخلافہ پابلی پتیر کو اندر کے دار السلطنت اندر پوری سے علیٰ ترخیال کرتا تھا۔ اُس نے ارادہ کیا کہ میں دوزخ کے برابر ایک جہتا تنگ و تاریک اور خوفناک جگہ بنواؤں۔ چنانچہ اُس نے ایسا ہی ایک مکان تعمیر کرنے کے لئے حکم دیا۔ اُس کے حکم کے مطابق ایک کھنکی جگہ پر دوزخ تیار کیا گیا۔ جس میں لوگوں کو پرلے درجے کی اذیت پہنچانے کے سامان مثلاً ہرستم کے ہتھیار، چکر، گرم نسیل کے کڑا ہے۔ لوہے کے کاتے وغیرہ ہم پہنچائے گئے۔ جو شخص کوئی گناہ کرتا۔ اس کو سزا بھگتنے کے لئے وہاں بھیج دیا جاتا۔ کچھ دنوں کے بعد ایسا سخت عذاب ہونا شروع ہوا۔ کہ جو کوئی وہاں جاتا۔ پھر زندہ واپس نہ آتا۔

کہتے ہیں کہ جس وقت اشوک اربعین میں حاکم تھا۔ اس وقت بھی اُس نے اسی قسم کا ایک دوزخ بنوایا تھا۔

ڈشمن کی جان لینا وہ اپنی خوبی خیال کرتا تھا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ ”(۱) جوانی (۲) مال و دولت (۳) بے وقوفی اور (۴) حکومت۔ ان میں سے اگر کسی کے پاس ایک کبھی ہو۔ تو وہ قیامت برپا کر دیتی ہے لیکن وہاں کیا حال۔ جہاں چاروں ہی موجود ہوں۔“ اشوک کے پاس یہ چاروں چیزیں موجود تھیں۔ اس لئے اُس کے ظلم کی کوئی حد نہ رہی۔

بڑھ دنت کتھا میں لکھا ہے کہ اشوک نے اپنی ابتدائی عمر میں
 بڑھ مذہب کے ماننے والوں کو نہایت اذیتیں پہنچائیں۔ اور اس کے حکم سے
 گیا میں پودھی درخت کو کاٹ کر گرا دیا گیا۔ اور بڑھ کی جائے ولادت کپس
 و ستو کے نزدیک رام پور نامی گاؤں میں بڑھ کی یادگار میں جو آٹھ ستون استاذ
 کہے گئے تھے ان میں سے سات اسی کے حکم سے گرا دئے گئے۔



باب سوم اشوک کی زندگی میں تبدیلی

اس منتظم حقیقی کے انتظام کو پورے طور سے کون جان سکتا ہے۔ اور
 اس وقت کس کے دل میں یہ خیال ہوگا کہ اشوک جیسے ظالم شخص کی زندگی میں
 بھی تبدیلی ہو سکتی ہے۔

ہال پندرہ سمر نامی ایک مہاجن کے لڑکے کے باپ کو ڈاکوؤں نے
 مار ڈالا۔ اور اس کی تمام دولت لوٹ لی۔ اس واقعہ سے اس کا دل دنیا
 کی طرف سے اچاٹ ہو گیا۔ اور اس نے بڑھ مذہب کو قبول کر لیا۔ اور
 بھکشو بکر بڑھ دھرم پر چار کے لئے بنگہ بکر گھومنے لگا۔ گھومتے گھومتے وہ
 ایک دن اس مکان کے قریب پہنچا۔ اور وہاں خوار سے وغیرہ رجن سے
 نہایت شفاف پانی نکل رہا تھا، چھوٹے اور نیز مکان کی خوبصورتی دیکھ
 کر اس کے اندر چلا گیا۔ دربان نے اس کو گرفتار کر لیا۔ اور ہاتھ باندھ کر

دورخ کے منتظم چند گرج نامی کے پاس لے گیا۔ تاکہ اُس کو سزا دی جائے
 چند گرج اُس کو مارنے کے لئے تیار ہو گیا۔ لیکن ایسا کہا گیا ہے۔ کہ
 سینا سی نے جوگ کی طاقت سے اپنے آپ کو بچا لیا۔ قاتل نے حیران
 ہو کر اشوک کو اس ماجرے کی خبر دی۔ اشوک جب وہاں پہنچا تو وہ بھکشو
 کا ایسا مطیع ہو گیا۔ کہ ایک بیک اُس کی طبیعت بالکل بدل گئی۔ اور کہنے
 لگا۔ کہ اب میں بدمعہ کی تعلیم پر چلوں گا۔ اور کبھی کسی کو نہ ستاؤں گا۔ اُس نے
 بے رحمی کے فعل کو ترک کر دیا۔ جیلخانہ برباد کر دیا گیا۔ اور داروغہ جیل کو زندہ
 جلا دیا گیا۔

اشوک کی تبدیلی کے بارے میں لٹکا کی ایک روایت ہے۔ کہ سو مان
 (جو کہ اشوک کا بڑا بھائی و لیچند سسطنٹ تھا) کے مرنے کے وقت اُس کی
 عورت حاملہ تھی۔ لیکن وہ اشوک کے ظلم اور اُس کی خونریزی کو دیکھ کر بائلی پتر
 سے بھاگ گئی۔ اور اُس نے ایک گاؤں میں جہاں کہ بیچ ذات کے لوگ
 رہتے تھے۔ جا کر پناہ لی۔ اُس گاؤں کے سردار کو اس عورت کی حالت پر
 نہایت رحم آیا۔ اور اُس کے ساتھ نہایت عزت کا برتاؤ کیا۔ اسی دن اُس
 کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام نگرودھ رکھا گیا۔ اُس بچے کی پیدائش
 کے ساتھ ہی اُس کے چہرے سے پاکیزہ دلی کے نشانات ظاہر ہو رہے
 تھے۔ جب اس کی عمر سات سال کی ہوئی۔ تو وہ بھکشو بن گیا۔
 ایک دفعہ اس ہونہار پاک طینت بھکشو کو جس کا شاہی تعلق کسی کو معلوم
 نہیں تھا۔ شاہی محل سے گزرنے کا اتفاق ہوا۔ اتفاقہ راجہ کی نظر اس
 پر پڑ گئی۔ جو اُس کے بخیہ اور بزرگانہ خط و خال کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

راجہ نے لڑکے کو اپنے پاس بلا کر کہا : اے میرے بچے! جو جگہ تم اپنے لئے مناسب خیال کرتے ہو۔ وہاں بیٹھ جاؤ۔ مگر وہ نے یہ دیکھ کر کہ وہاں سولے اُس کے کوئی اور مذہب ہی پیشوا موجود نہیں۔ شاہی تخت کو اپنے بیٹھنے کے لائق جگہ خیال کر کے اُس کی طرف بڑھا۔ راجہ اشوک نے اُس کو تخت پر بٹھا کر اُس کی نہایت اعلیٰ درجے کے کھانوں سے خاطر تواضع کی ۔

اس طرح اُس کی عزت تکریم کر کے راجہ کو جب معلوم ہوا۔ کہ یہ لڑکا ایک بدھ بھکشو ہے۔ تو اُس نے اُس لڑکے سے بدھ مذہب کے سدھانتوں (اصولوں) کے متعلق دریافت کرنا شروع کیا۔ اور اُس لڑکے نے نہایت ہی تسامت کے ساتھ زندگی کے حقیقی مقصد کو ایسے اضح طور سے بیان کیا کہ جس کا اثر راجہ کے دل پر ایسا ہوا کہ اُس نے فوراً بدھ مذہب کو قبول کر لیا۔ دوسرے دن مگر وہ تبتیس اور سادھوؤں کے ساتھ محل میں آیا اور خدائزی کے مضمون پر ایک نبردست اپدیش دیا۔ راجہ اور دوسرے لوگوں کا دل بنی نوع انسان کی ہمدردی سے بھر گیا۔ اس طرح راجہ اپنے بڑوں کا مذہب ترک کر کے بدھ مذہب میں شامل ہو گیا ۔

یہ واقعہ اُس وقت کا ہے۔ جب کہ اشوک کو گدی پر متمکن ہوئے ابھی چار سال ہوئے تھے۔ اور اسی سال اُس نے جشن تاجپوشی کر کے اپنے بھائی تشیہ کو اپنا نائب مقرر کیا ۔

آچاریہ آپ گیت سے اشوک کا دھرم کی تعلیم پانا

میونگ سانگ کے بیان کے مطابق اشوک کی تبدیلی مذہب ایک
مہاں سادھو بنام آپ گیت کے ذریعہ سے ہوئی جس کو کہ وہ جیلنا نے
کو تہ و بالا کرتے کے بعد ملا ۔

ویسالی مہاشنگ کے ۱۱۸ برس بعد یعنی ۲۵۹ء ق م میں اشوک
نے بڑھ دھرم کو قبول کیا۔ اور آچاریہ آپ گیت بڑھ جتی سے دھرم
کی تعلیم حاصل کی ۔

آچاریہ آپ گیت مستہر اکا رہنے والا ذات کا ویش تھا۔ سترہ برس
کی عمر میں اُس نے اہست (بھکشوؤں کی ایک ڈگری) کا درجہ حاصل کیا
وہ اکثر اوقات پہاڑوں کی دُور اُتادہ غاروں یا گچھاؤں میں بیٹھ کر گیان
دھیان میں لگا رہتا تھا ۔

یفس کُش دوسروں کا بھلا کرنے والا اور نیک سادھو تھا۔ اس
کے متعلق بڑھ مذہب کی کتابوں میں ایک وایت لکھی ہے جس کا ذکر
خالی از دُپسی نہ ہوگا ۔

واسودتا کا حال

مستہر اس ایک بیوا رہتی تھی جس کا نام واسودتا تھا۔ اتفاق سے
اُس نے آپ گیت کو جو دراز قدر اور حسین نوجوان تھا۔ دیکھا۔ اور اُس
سے بہت ہی محبت کرنے لگی۔ واسودتا نے اُس نوجوان کی دعوت

کی لیکن اُس نے جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ ”ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ کہ اُپ گپت
 واسودتا سے ملے۔“

بیسوا اس جواب سے متحیر ہوئی۔ اور اُس نے پھر اس کو بلا بھیجا۔
 اور کہا۔ واسودتا محبت کی بھوکی ہے۔ وہ اُپ گپت سے روپیہ
 نہیں چاہتی۔ لیکن اُپ گپت نے پھر وہی پچیدہ جواب کہلا بھیجا۔ اور
 اُس کے پاس نہ گیا۔

چند مہینے بعد واسودتا کی شہر کے کاریگروں کے سڑار سے طاقات ہو
 گئی۔ اور انہی دنوں اتفاق سے ایک امیر آدمی بھی تھرا میں آیا۔ جو واسودتا
 کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا۔ واسودتا بھی اُس کا مال و متاع دیکھ کر لالچ میں آگئی۔
 اور اُس نے اپنے پہلے آشنا کاریگروں کے سڑار کو کسی ترکیب سے سڑا
 ڈالا۔ اور اُس کی لاش کو کوڑھی کے نیچے چھپا دیا۔

جب اس سردار کا پتہ نہ ملا۔ اُس کے سردار اور دوست اُسے تلاش
 کرنے لگے۔ اور اُس کی لاش ذبح نہ کالی۔ آخر کار واسودتا کی ایک جج کے
 روپر پٹی ہوئی۔ اور عدالت سے یہ حکم ہوا کہ اس کے دونوں کان۔ ناک اور ہاتھ
 پاؤں کاٹے جائیں۔ اور اُس کو ایک قبرستان میں پھینک دیا جائے۔
 بیسوا واسودتا کو ایک بڑی تند مزاج عورت تھی۔ لیکن وہ اپنے لڑکروں
 سے بڑی مہربانی کے ساتھ پیش آتی تھی۔ اس لئے اُس کی ایک شہنی (خدمتگاری)
 اُس کے نیچے پیچھے گئی۔ اور اُس کی پھلی عنایات اور محبت کے لحاظ سے
 اُس کی اس حالت میں تیمارداری اور ٹمگساری کرتی اور کوڈوں کو اڑایا کرتی تھی
 تاکہ وہ اُس کا مانش لوج لوج کر نہ کھائیں۔

اب وہ وقت آگیا تھا۔ کہ جب آپ گپٹ نے واسوڈتا سے ملنے کا فیصلہ کیا۔ اور اُس کے پاس گیا۔ واسوڈتا نے اُسے آنا رکھ کر اپنی پرانی خادمہ سے کہا۔ کہ میرے کٹے ہوئے اعضاء اکٹھا کر کے ایک کپڑے سے ڈھاپ دو۔ آپ گپٹ واسوڈتا کے ساتھ بہت مہربانی سے پیش آیا۔ لیکن افسوس (واسوڈتا) نے اس حال میں بھی شوخی اور ناز سے کہا۔ ”ایک وقت تھا۔ کہ اس جسم سے کنول کے پھول جیسی مہک آتی تھی۔ اُس وقت میں نے تم سے انظارِ محبت کیا۔ میں ان دنوں جواہرات اور عمدہ تن زیب کے کپڑوں میں ملبوس تھی۔ اب جلد اُنے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے ہیں۔ اور اُنہوں میں لٹھڑی ہوئی ہوں۔“ یہ سن کر آپ گپٹ نے کہا۔ بہن! میں تمہارے پاس نفسانی خواہشوں اور خوشیوں کو بھونکنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ اس غرض سے آیا ہوں۔ کہ تجھ کو اُس حُسنِ جمال کے عوین میں جو تو کھو بیٹھی ہے اُس سے اعلیٰ تر حُسنِ دُوں۔ میں نے مہما تہا بدھ کے اعلیٰ اور عجیب دھرم کی تعلیم پائی ہے۔ میں تجھ کو بھی وہی تعلیم دینا چاہتا تھا۔ لیکن تو اُس وقت پاکیزگی اور راستی کی باتوں کو نہ سننتی تھی۔ کیونکہ تو اُن دنوں ترغیبات (پر لو بھنوں) سے محیط اور دنیاوی سگتوں اور نفسانی جذبات کی سیرری پر فریقہ تھی۔ چونکہ اُس وقت تیرا دل آوارہ تھا۔ اور تجھے اپنے خالی حُسن اور دولت پر بڑا غرور تھا۔ اس لئے تو تمھارا گت (بدھ) کے اُپدیشوں کو نہیں سن سکتی تھی۔

اسے واسوڈتا! ایک حسین عورت کی ادائیں مثل شراب کے دھوکا دینے والی ہیں۔ اور بہت جلد انسان کو ترغیب میں ڈال دیتی ہیں۔ لیکن اس خالی چند روزہ خوبصورتی کے علاوہ ایک اور خوبصورتی بھی ہے۔ کہ

جس کا رنگ کبھی بھپکا نہیں پڑتا اور کبھی کم نہیں ہوتی۔ اگر تو ہمارے پر بھڑو
 بڑھ کے دھرم کو ایک بار سن لے۔ تو تجھ کو وہ شانتی ملیگی۔ کہ جو ناپاک
 خوشیوں کی راگندہ دنیا میں کبھی نہیں مل سکتی۔

وانسو دتھیہ منکر شانت (مطمئن) ہو گئی۔ اور رُو حانی آئندہ (راحت)
 نے اُس کے جسمانی درد کے عذاب کو بہت بھگا کر دیا۔ کیونکہ جہاں حق
 زیادہ عذاب ہے۔ وہاں اسی قدر زیادہ برکتیں اور آئندہ بھی ہے۔ اُس
 نے بدھ دھرم اور سنگھ کی شرن (پناہ) لی۔ اور وہ اپنے پاپوں
 کی سزا کو نہایت حوصلے سے برداشت کرتی ہوئی اس لوک سے
 رخصت ہو گئی۔

اشوک نے اُب گچھت سے دھرم اُپدیش لے کر اُس کو اپنی
 راجدھانی (دارالسلطنت) میں لے جا کر شاہی محل میں رہنے پر مجبور
 کیا۔ مگر اُس نے جواب دیا۔ کہ "میرے لئے میری گچھا ہی موزوں
 و مناسب ہے۔" اس پر لاچھ نے دارالسلطنت کے نزدیک
 ہی اُس کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کی گچھا تعمیر کروادی۔ ساتھ ہی گلٹ
 وائیکا آچاریہ اُب گچھت کے رہنے کی جگہ میں آشرم بنانے کا حکم
 دیا۔

تشبیہ کی تبدیلی

لنکا کی روایت ہے۔ کہ اشوک کے سب سے چھوٹے بھائی نے جس کا نام تشبیہ تھا جینگلوں میں بارہ سنگوں (پہلوں کی ایک ستم) کو کیلئے دیکھا۔ تو اُس کے دل میں خیال گذرا۔ کہ جب یہ جنگل میں آپس میں لڑکر خوش رہ سکتے ہیں۔ تو بھکشوؤں کو گو کھانے کو عمدہ خوراک اور رہنے کے لئے اچھی جگہ ملی ہوئی ہے۔ تو بھی وہ ہمیشہ اُداس اور بے چین رہتے ہیں۔ گھر آکر اُس نے سارا حال راجہ کو سنایا۔ اُس نے اُس کے سوال کا جواب دینے کی غرض سے اُس کو کہا۔ کہ تم سات دن تک سلطنت کرو۔ اور میں تم کو ساتویں دن جان سے مار ڈالوں گا۔ ساتویں دن راجہ نے اُس سے دریافت کیا۔ کہ ”تم اتنے ڈبے کیوں ہو گئے ہو؟“ اُس نے جواب دیا۔ کہ ”موت کے خوف سے“ تب راجہ نے جواب دیا۔ کہ ”اے میرے عزیز! تم کو سات دن کے بعد موت واقع ہوئے کا فکر تھا۔ تو تمہاری یہ حالت ہو گئی۔ یہ بھکشو لذات نفسانی میں پھنس کر کس طرح خوشی محسوس کر سکتے ہیں۔ جو کہ ہر دم ہی موت کا دھیان رکھتے ہیں تشبیہ نے جب یہ بات سنی۔ تو وہ بھی بدھ مذہب میں شامل ہو گیا۔

ایک دوسری روایت ہے۔ کہ دیت شوک راجہ کا بھائی اور تیر تھیوں کا پیر دکار تھا۔ جو کہ بدھ بھکشوؤں کو لعن طعن کیا کرتے تھے۔ کہ تم خوشیوں کو پیار کرتے ہو۔ اور تکلیف سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہو۔ جب راجہ

اشوک نے اپنے بھائی کو بُدھ مذہب میں لانے کی کوشش کی۔ تو اُس کو اُس نے مُنہ توڑ جواب دیا۔ کہ ”تم تو بھکشوؤں کے ہاتھ میں ایک محض اوزار بنے ہوئے ہو“ تب راجہ نے ایک چال سے اُس کو بُدھ مذہب میں لانا چاہا۔

اُس کی (راجہ اشوک کی) تحریک پر درز لانے دیت شوک کو شاہی احتیارات حاصل کرنے کی ترغیب دی۔ راجہ کو جب یہ معلوم ہوا۔ تو اُس نے بڑا بھاری مصنوعی غصّہ ظاہر کیا۔ اور اپنے بھائی کو فی الغور جان سے مار ڈالنے کی دھمکی دی۔ آخر کار راجہ کو کہا گیا۔ کہ ”آپ اپنے بھائی کو سات دن کی مہلت دیں۔ اور اُن سات ایام میں اُس کو حکومت کرنے کی اجازت دیجائے اس عرصے میں موت کے خوف نے دیت شوک کے دل پر اس قدر زبردست اثر ڈالا۔ کہ اُس نے بُدھ مذہب کے اھولوں کے سامنے سر جھکا دیا۔ اور اُس کو مہاتما ستھوریاس نے تعلیم دی۔ نہایت مشکل سے ستھوریاس نے راجہ کو اپنے بھائی کے بھکشو بننے کی اجازت دینے کے لئے رضا مند کیا۔ اُس نے بھکشو میں آہستہ آہستہ سادھو کی زندگی کو داخل کرنے کے لئے اُس کے لئے محلات میں ایک آشرم تیار کروادیا۔ اس آشرم سے پہلے پہل دیت شوک گلٹ رام کے بُدھ مٹھ میں گیا۔ جہاں آچاریہ اُپ گپت رہتا تھا۔ اور اُس کے بعد ودیہ یعنی ترمپوت بن گیا جہاں کہ اُس نے اربہت (بھکشو) کی ایک ڈگری کی پردوی حاصل کی۔ جب دیت شوک بھکشو کا لباس پہنے ہوئے محل کو واپس آیا۔ تو اُس کا نہایت عزت کے ساتھ استقبال کیا گیا۔ اور اُس کو رُڈھانی طاقتیں دکھانے کے لئے

بائل کیا گیا۔ بعد ازاں وہ سرحد کے علاقے سے پرے ایک علیحدہ جگہ میں چلا گیا۔ جہاں کہ وہ بیمار ہو گیا۔ اشوک نے اُس کو دوائی روانگی۔ اور وہ تندرست ہو گیا +

اُن ایام میں ایسا اتفاق ہوا۔ کہ ایک برہمن رشی نے ایک بڑھ کی موتی کو جو کہ بنکال میں پنڈرو درجن میں تھی۔ نیچے پھینک کر توڑ ڈالا۔ اُس کے بدلے میں اشوک کے حکم سے ایک دن میں اٹھارہ ہزار برہمنوں کا کفیت و خون کیا گیا۔ اُس کے کچھ عرصہ بعد ایک متعصب شخص نے پالی پتر (پٹینہ) میں اسی طرح ایک بڑھ کے بت کو زمین پر دمے پھینکا۔ اس شرارت میں جو لوگ شریک تھے۔ بعد اُن تمام کے رشتہ داروں اور دوست آشناؤں کے وہ تمام کے تمام زہرہ جلا دیئے گئے۔ اور راجہ نے ہر ایک اُداسین برہمن سے تعلق رکھنے والے سادھو کو گرفتار کرنے والے کے لئے ایک انعام دینے کا اعلان کیا +

جب یہ اعلان منتشر ہو چکا۔ تو وحیت اشوک کو جو کہ اپنی فقیرانہ پوشاک میں ملبوس تھا۔ ایک گڈریے کی جھونپڑی میں رات رہنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کی شریف عورت نے اُس کو اس رسم کے لباس اور کبھرے ہتھوڑے بانوں کی حالت میں دیکھ کر خیال کیا۔ کہ اُن ہی سادھوؤں میں سے ہوگا۔ جن کا گہرا راجہ نے اعلان کیا ہے۔ اور اپنے خاوند کو ترغیب دی۔ کہ وہ اس کو مار ڈالے تاکہ راجہ سے انعام حاصل کرے۔ گڈریا اُس کا سر کاٹ کر راجہ کے سامنے لے گیا۔ اور وہ اُس کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ اور امرا و وزراء نے اُس کو کہا۔ کہ حضور اس اعلان کو منسوخ فرمائیں۔ اُس نے

صرف یہی نہیں۔ کہ اعلان کو منسوخ کیا۔ بلکہ اُس نے تمام سلطنت میں
امن کا راج قائم کر دیا۔ یعنی کہ اُس نے قانون پاس کر دیا۔ کہ آج کے بعد
کوئی بھی جان سے نہ مارا جائیگا۔

پوتھا باب

دھرم پرچار

بُدھ دھرم کی ترقی و اصلاح و رفاہ عام کے کام

دھرم کی زندہ طاقت سے انسان کے دماغ میں کس قدر حیرت انگیز تبدیلی
ہو جاتی ہے۔ اس کی زندگی اس کی ایک زندہ مثال ہے۔ بد مزاج۔ سرکش
ظالم اور بے رحم اشوک کہ جس نے بادشاہت کے للچ میں پڑ کر اپنے تمام
بھائیوں۔ رشتہ داروں اور لواحقوں کو بھی اپنے ہاتھ سے قتل کرنے میں
دیرینہ نہیں کیا تھا۔ نئی زندگی حاصل کر کے ایسی فراخ دلی اور انصاف۔ اور
مسادات کے ساتھ راج کرنے لگا۔ کہ جس کی مثال دُنیا میں کم ملتی ہے۔
اشوک نے دھرم کی تعلیم حاصل کرتے ہی بُدھ مذہب کو نہ صرف راج
دھرم متا دیا۔ بلکہ اُس نے اُس کی اشاعت کو ترقی دینے کا بھی بیڑا
اٹھایا۔ یہ بُدھ بھکشوؤں کی بڑی عزت کرتا تھا۔ اور روپے پیسے سے
اُن کو امداد دے کر دھرم کی اشاعت میں اُن کی بڑی مدد کرتا تھا جس

کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بڑھ مذہب دن دُونی اور رات چوگنی ترتی کرنے لگا۔
 ہونستہ ہزار بچا شو اشوک کے ہاں پرورش پاتے تھے۔ اُن کے لئے
 ہر روز شاہی خزانے میں سے چار لاکھ روپیہ دسترخ پر خرچ ہوتا تھا۔
 راجہ اشوک کے جشن تخت نشینی کے چوتھے سال اُس کا بھائی تیشیہ
 جو کہ دائی سرائے مقہود کیا گیا تھا۔ اگنی برہم اور اُس کا نواسہ سمن تمام بھکشو
 ہو گئے۔ ان کے بھکشو ہونے کے بعد عدگل پتر نے راجکار مہندر اور
 راجکار سی سنگھ متر اگو بھی سنگھ میں شامل کر لیا۔ اور اُن کو شاہی لباس
 کی بجائے بھکشو لباس یعنی پیلے کپڑے پہنائے گئے۔ سنگھ میں داخل ہونے
 کے وقت بڑھ دھرم میں یہ رسم ادا کی جاتی تھی۔ جو ذیل میں درج کی
 جاتی ہے :-

بھکشو فرش پر ایک دُوسرے کی طرف ٹمٹنہ کر کے دو قطاروں میں
 بیٹھتے تھے۔ اور سبھا پتی کسی ایک قطار کے شروع کے حصہ میں بیٹھتا
 تھا۔ شکھشار تھی گرمہ پتی کے لباس میں بھکشو کے پہننے والے کپڑے
 ہاتھ میں لے کر حاضر ہوتا تھا۔ اور ایک بھکشو اُس کو حاضرین کے سامنے
 پیش کرتا تھا۔ شکھشار تھی سبھا پتی کو پر نام کر کے اور کچھ نذرانہ دے
 کر تین بار یہ درخواست کرتا تھا۔ ”پر بھو امیرے اوپر دیا کیجئے۔ یہہ
 بستر لیجئے۔ اور مجھ کو دکھشت کیجئے۔ تاکہ میں دُکھ سے رہائی پاسکوں

لہ بھہ دہرم کی بنیاد میں تین باتیں پائی جاتی ہیں۔ بڑھ۔ دھرم اور سنگھ جیے ہندو
 دھرم میں برہماوشیوا اور ہمیش مانے گئے ہیں۔ اسی طرح بڑھ دھرم میں بڑھ۔ دھرم

اور سنگھ کی قبول کیا گیا ہے۔

اور زبان سمجھوگ کر سکوں ❖

سبھاپتی یہ بستر (کپڑے) وغیرہ لے کر شکامشارتھی کے گلے میں ڈال دیتا تھا۔ اور اس وقت ایسے سوتر اچارن (لوننا) کرتا تھا جن میں انسانی جسم کے فنا پذیر ہونے کا ذکر ہے۔ امیدوار وہاں کسی ایک طرف جا کر بھکشووں کا لباس پہن لیتا۔ اور ایک سوتر اس مضمون کا پڑھتا۔ کہ ”میں یہ بستر کپڑے سرخی گرمی اور نجا ذارن (ستر لوشی) کے لئے پہنتا ہوں۔ اس کے بعد وہ بھکشو کے لباس میں حاضر ہو کر سبھاپتی کے سامنے دوزالو پیچھ کر یہ منتر (کلمہ) بدھم شرئم گچھامی (میں بدھ کی شرن لیتا ہوں) دھرم شرئم گچھامی (میں دھرم کی شرن لیتا ہوں) سنگم شرئم گچھامی۔ (میں سنگھ کی شرن لیتا ہوں) تین بار اچارن کرتا۔ اور دس مندر چڑھیل عہد کرتا تھا :-

- (۱) میں عہد کرتا ہوں۔ کہ کسی جاندار کو نہیں مارؤنگا ❖
- (۲) میں عہد کرتا ہوں۔ کہ چوری نہیں کرونگا ❖
- (۳) میں عہد کرتا ہوں کہ پوترتا (بدھ پنی) سے پرہیز کرونگا ❖
- (۴) میں عہد کرتا ہوں۔ کہ جھوٹ نہیں بولونگا ❖
- (۵) میں عہد کرتا ہوں۔ کہ منشی چیزوں کا استعمال نہیں کرونگا ❖
- (۶) میں عہد کرتا ہوں۔ کہ ناچنے۔ گانے۔ باجہ بجانے۔ اور تماشہ کرنے سے پرہیز کرونگا ❖
- (۷) میں عہد کرتا ہوں۔ کہ ممنوع اوقات میں کھانا نہیں کھاؤنگا ❖
- (۸) میں عہد کرتا ہوں۔ کہ پھول مالا۔ خوشبوئیں اور تک چھاپ۔ سنگار یا زیبائش کی چیزیں استعمال نہیں کرونگا ❖

(۹) میں عمد کرتا ہوں۔ کہ اونچے اور چوڑے بستر سے استعمال نہیں کروں گا

(۱۰) میں عمد کرنا ہوں۔ کہ کسی سے سونا چاندی نہیں لوں گا۔

دو دونوں بھکشو اس کے گمشدہ بنتے۔ اور وہ ان دونوں کو سبھا سے الگ لے چاکر اپنا اور اپنے گورو کا نام بتلاتا تھا۔ کہ میرے پاس بھکشو پانزہ اور پہننے کے کپڑے ہیں۔ اور مجھے کوئی بیماری نہیں ہے۔ جو بھکشو ہونے میں مانع ہے۔ میں بیس سال کا نوجوان مرد ہوں۔ میں نے اپنے والدین کی رضامندی حاصل کر لی ہے۔

امیدوار اس کے بعد اٹھ کر اور سبھا پتی کو پر نام کر کے وہاں سے

مُخصت ہو جاتا تھا۔

شکھشا رتھی سنگھ کا مہر نہیں ہو سکتا تھا جب وہ بھکشو ہونا چاہتا تھا۔ تب وہ اُس کو گرسٹی کا لباس پہن کر مذکورہ بالا انوشٹھان کرنا پڑتا۔ اور

سبھا پتی کو پر نام کر کے دوبارہ مذرا نہ دینا پڑتا تھا۔ اور اس سے گورو بنو کے لئے تین بار التجا کرنی پڑتی تھی۔ اس کے رضامند ہونے پر وہ آشرم

کے دوسری طرف چلا جاتا۔ اور وہاں پر اُس کے گلے میں بھکشو پانزہ کا سہ

گدائی لٹکایا جاتا تھا۔ اور جس شخص نے اس کو بھکشو کے منصب میں برک

(قبول) کرنے کے لئے تجویز پیش کی تھی۔ اسی اُس کو سبھا پتی کے سامنے

لے آتا۔ اور اُس کے علاوہ ایک اور بھکشو امیدوار کے دوسری طرف

کھڑا ہوتا۔ امیدوار ان دونوں داتا اور اپنے گورو کا نام بتلاتا تھا۔ اور

اُس کو ان دونوں سے یہ بات بھی ظاہر کرنی پڑتی تھی۔ کہ میرے پاس

بھکشو پانزہ اور پہننے کے کپڑے ہیں۔ اور مجھ میں بھکشو ہونے کی قابلیت

بھی ہے *

یہ دونوں شخص اس بات کو سب حاضرین کے سامنے ظاہر کر دیتے تھے۔ جب امیددار کو قبول کرنے کے لئے سب اپنی رائے دیدیتے تو وہ آگے بڑھتا۔ اور زانو جھکا کر دکھشت ہونے کے لئے یہ لکڑی تین بار درخواست کرتا۔ اسے ہچکچوؤ میں سنگھ میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ آپ مجھ پر دیا کر دیا کریں۔ اور مجھ کو ہاتھ پکڑ کر اٹھالیں۔ امتحان کرنے والے سب کے سامنے دوبارہ اپنی پریکھشا (امتحان) کا نتیجہ ظاہر کرتے اور تین بار دریافت کرتے۔ کہ آیا اس امیددار کے سنگھ میں داخل ہونے پر کسی کو کچھ اعتراض ہے یا نہیں۔ اگر کسی کو کچھ اعتراض نہ ہوتا۔ تو متین سبھا پتی کے سامنے سر جھکا کر یہ کہتے۔ کہ فلاں شخص کو سنگھ کے قبول کیا ہے اور فلاں شخص اس کا گورنہ ہے۔ سماج نے اس کو قبول کر لیا ہے۔ اور اسی وجہ سے سب خاموش ہیں۔

نیا شاگرد ایک ہی مٹھ میں گورو کے ساتھ رہتا۔ اور ان سے دھرم کی شکشا حاصل کرتا تھا۔ اور گورو اس کو اپنے پتر (بیٹے) کی مانند پیار کرتا تھا۔

ہند اور سنگھ مٹر کے سنگھ میں شامل ہونے کے بعد تین ہزار اور دکھشو سنگھ میں شامل ہو گئے۔ چونسٹھ ہزار برہمن جو پہلے شاہی خاندان کا قاعدے کے بموجب اشوک کے ہاں پرورش پاتے تھے۔ وہ علیحدہ کر دیئے گئے۔ اور ان کی جگہ اتنے ہی بڑھ بھکشو مقرر کر دیئے گئے۔ ہر روز شاہی خزانے میں سے چار لاکھ روپیہ دھرم پر خرچ ہوتا تھا۔ راجہ اشوک کے عہد سلطنت کے آٹھویں سال تک بہت سے لوگ بڑھ

مذہب کے پیرو ہو گئے۔ اسی طرح اس مذہب میں بہت سے نااہل لوگ بھی شامل ہو گئے۔ اس اخلاق کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بڑھ بھکشوؤں میں بھی کئی ایسی عادتیں پیدا ہو گئیں۔ جو اخلاق اور تہذیب سے بہت گری ہوئی تھیں۔ اور بہت سی ایسی رسوم جاری کر دیں۔ جن کا اصلی بڑھ دھرم سے کوئی تعلق نہ تھا۔ ایک سبب یہ بھی ہوا۔ کہ اب بڑھ بھکشوؤں کو قابو میں رکھنے والا کوئی نہیں رہا تھا۔ اس سبب سے سنگھ کے رسم و رواج اور بڑھ مذہب کے سدھانتوں (اصولوں) میں گڑبڑی پیدا ہو گئی۔ مدگل پتر تشبہ نامی ایک بھکشو اگرچہ نام نہاد سب کار رہبر مانا جاتا تھا۔ لیکن اس عزیز کی کوئی نہ سنا تھا۔ اس لئے جب تشبہ نے دیکھا کہ اس کی باتوں کی طرف کوئی بھی دھیماں نہیں دیتا۔ تو وہ تنگ آ کر اپنے شاگردوں کو راجہ کے اڑکے مندر کے سپرد کر کے آپ گنگا کے منج پر پہاڑوں میں تخیلی کی زندگی بسر کرنے کے واسطے چلا گیا تھا۔ اور وہاں تن تنہا رہنے لگا۔

بدھ بہار (بھکشوؤں کے رہنے کی جگہ)

ایک دن اشوک نے بھکشوؤں کو محل میں کھانا کھلاو اسنے کے بعد دریافت کیا۔ کہ تمام بھکشوؤں کی تعداد کتنی ہے۔ اور جب اس کو معلوم ہوا۔ کہ ان کی تعداد ۶۴ ہزار ہے۔ تو اس نے اپنے ماتحت اجاؤں کو ہندوستان کے مختلف حصوں میں عمارات بنوانے کا حکم دیا۔ اور خود سلطنت کے دارالخلافہ میں اشوک آرام ایک مکان تعمیر کرایا

یہ تمام عمارتیں تین سال میں بن کر تیار ہو گئیں۔
 ان رہائش گاہوں سے جن کو بہار کہتے تھے۔ یہ صوبہ اس قدر پُر
 ہو گیا کہ اس کا نام ہی صوبہ بہار ہو گیا۔ اور یہی نام اب تک بھی
 چلا آتا ہے۔



روایت ہے کہ بڑھگی وفات کے بعد مہاکیشپ نے بڑھگی
 بڈوں اور راکھ کو ایک جگہ جمع کیا۔ اور راجہ اجات شتروگی مدد سے
 راجگرہ کے دکن میں ۴۰۰ ہاتھ گہرا ایک وسیع گڑھا تیار کروایا۔ اور اسی
 کے اندر ایک چھوٹا سا مندر تعمیر کروا کے بڑھگی راکھ کو بحفاظت تمام
 محفوظ کر دیا تھا۔ مہاکیشپ نے ایک سونے کی تختی پر کچھ عبارت کندہ
 کرا کر اس میں رکھ دئی۔ جس سے یہ پتہ نکل سکے۔ کہ بڑھگی راکھ اس
 جگہ پر محفوظ ہے۔ اُوپر سے زمین ہموار کر کے ایک ایسی چھوٹی سی چار دیواری
 بنوا دی تھی۔ کہ جس پر لوگوں کی نگاہ بہت کم پڑتی تھی۔ مدت ہو گئی۔ کتنے
 راجہ ہوئے اور گزر گئے۔ آخر اشوک ہندوستان کا راجہ بنا۔ بڑھوؤں
 کی قسمت کا ستارہ چمکا۔ بھکشوؤں کو ہزاروں لاکھوں لٹا کبھی اشوک
 کی تسکین نہ ہوئی۔ اُس نے ارادہ کیا۔ کہ ہندوستان کے ہر ایک
 شہر میں ایک ایک مندر بنوا کر بڑھگی راکھ کو ان میں بطور یادگار
 کے رکھا جائے۔ مگر وہ راکھ کہاں سے۔ اس کی تلاش چار سو ہوئی
 مگر پتہ نہ لگا۔ اشوک قریب قریب ناپوس ہو چلا تھا۔ آخر ایک روز

کل بھکشوؤں کو جمع کر کے کہا۔ کہ افسوس تم میں سے کوئی بھی راکھ کا پتہ نہیں بتا سکتا۔ اُن میں سے ایک بوڑھے بھکشو نے جس کی عمر تقریباً ستوا برس کی تھی۔ راجہ سے بیان کیا۔ کہ جس وقت میں سترہ برس کا تھا۔ اپنے گوند کے ہمراہ جا رہا تھا۔ کہ گوند نے ایک چھوٹی سی چار دیواری دکھلا کر کہا۔ کہ اس مقام کو کبھی نہ بھولنا۔ سر جھکا کر پر نام کرو۔ مگر وہ چار دیواری کیا تھی کیسی تھی۔ مجھے کچھ نہ بتایا۔ اشوک نے اس مقام پر خود جا کر تلاش کرنا مناسب سمجھا۔ اور ایسا ہی کیا۔ اشوک اپنے تمام امرا و ذرا۔ اور لوکر جا کر لے کر اس بوڑھے بھکشو کی رہنمائی سے مقام مذکور پر پہنچا۔ اور زمین گھدوانی شروع کی۔ آخر مندر کا دروازہ نظر آیا۔ اشوک کی نظر جب اس طمانی تختی پر پڑی تو یکجا مندر جو ذیل عبارت اس پر کندہ ہے :-

”اسندہ ایک پر یہ درشی نام راجہ ہوگا۔ جو اس خاک پاک کو تمام ہندوستان میں تقسیم کر دیگا“

یہ پڑھ کر اشوک کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ ہر ایک شہر و قصبہ میں مندر بنانے کا حکم دیدیا۔ ہزاروں مندروں پر پانچ برس کے عرصہ میں بن کر تیار ہوئے۔ اور اُن میں بڑھی دھوم دھام سے وہ راکھ تقسیم ہوئی۔ یہ دن بھی ہندوستان کی تواریخ میں یادگار ہو گیا۔

اشوک نے کثرت سے چنیدہ۔ ستوپ اور دیگر اسی قسم کی عمارت بنوائیں۔ کہ جن کے ذریعے بدھ مذہب کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی۔ اُن کے نشانات دو ہزار برس کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی معدوم نہیں ہوئے۔

بدھ اُتسب

موسم برسات کے تین مہینے بھکشو آپس میں میل ملاپ اور اُتسب کے لئے خرچ کیا کرتے تھے۔ وہ یہ اُتسب بہار اور دیگر آشرموں میں مناتے تھے۔ اُس وقت گویا دینی امور کے متعلق بات چیت سنا ستر پائٹ اور چھان بین کی دھوم مچ جاتی تھی۔ شرادک لوگ مختلف مقامات سے آتے تھے۔ اور بدھ دیو جی کے جاتک سنا ستر کے اُپدیش سننے اور پاک زندگی حاصل کرتے تھے۔ اور سب لوگ پاک بھاؤں سے اُتسب میں شامل ہوتے تھے۔ چلتی لوگ بھی برسات کے موسم میں اس قسم کا اُتسب کرتے ہیں اگرچہ ان کا اُتسب بالکل بدھ لوگوں کے اُتسب کی مانند نہیں ہوتا۔ مگر تاہم ان دونوں کی آپس میں بہت مشابہت پائی جاتی ہے۔ برسات کے چار ماہ یعنی لوگ بھی دھرم سنا ستر پائٹ سننے اور برت رکھنے وغیرہ میں بدھ طریق کے مطابق خرچ کرتے ہیں۔ اور ان دنوں میں ہی اُتسب مناتے ہیں۔

موسم برسات کے آخر اور پرچار کے لئے باہر جانے سے پہلے بدھ لوگوں کا ایک سالانہ اُتسب ہوا کرتا تھا جس کو وہ پروارن یعنی دعویٰ جلسہ کہتے تھے۔ اس جلسہ میں سب بھکشو ل کر مندرجہ ذیل طریق سے پاپ اور پراپتیت (کفارہ) کے متعلق بات چیت کیا کرتے تھے۔ جو پراپتیت کرتا تھا۔ وہ بھکشوؤں سے مخاطب ہو کر کہتا تھا:-

اے بھکشو! اگر آپ نے میرے برخلاف کچھ دیکھا یا سنا، جو

یا میرے چلن کے متعلق کسی کے دل میں کچھ شک ہے۔ آپ مہربانی کر کے اُس کو ظاہر کر دیجئے۔ اگرچہ ہوا۔ تو میں اُس کے لئے پراشحت قبول کرنے کے لئے تیار ہوں۔

رفتہ رفتہ یہ طریق گزرتا ہے اور میں بھی مروج ہو گیا۔ لیکن جب اُس کی پیروی کرنے میں مشککات اور دشواریاں پیش آئیں۔ تو راجہ اشوک نے پاپ کیلئے پراشحت کرنے کے متعلق ایک بہت بڑا اُتسب جاری کیا۔ اُس میں پہلے اپنے تصور دل کو بھول کر بنا پڑتا تھا۔ اور اُس کے ساتھ ہی ساتھ دان اور دھرم کا الوٹھخان (رسم) بھی کرنا پڑتا تھا۔ یہ اُتسب پانچ برس کے بعد ہوتا تھا۔ سسٹھ عیسوی کی ساتویں صدی میں پریاگ راج (البادا) میں ایک دفعہ یہ اُتسب ہوا تھا۔ فلک چین کا ستیاچ ہیا نگ سانگ اُس اُتسب کو دیکھ کر کیا تھا۔ وہ اُس کے بارے میں یوں بیان کرتا ہے

” اس جلیل شان اُتسب کا بمذہب ایک نہایت دلکش اور خوشگوار میدان تھا۔ اس کے چاروں طرف گلاب کے درختوں کی خوبصورت قطاریں تھیں۔ جن پر نہایت خوشبودار اور لطیف پھول کھلے ہوئے تھے۔ اور درمیان میں سنہری رنگ کے ریشم کے کپڑے اور دیگر بیش قیمت دان کی چیزوں سے چرخ خوبصورت گھروں کی قطاریں ہوتی تھیں۔ اور اُن کے آس پاس ایک سو سبھو جن گھر (کھانے کے مکان) ہونے لگے تھے۔ کہ جن میں سے ایک ایک گھر میں تنو تنو اشخاص بیٹھ کر کھانا کھا سکتے تھے۔ راجہ شلاوت (بہرٹس) برہمن) نے اُس وقت اس گرد و نواح میں اپنی حکومت قائم کی تھی۔ یہ وہ دھرم کیلئے اُس کے دل میں بہت شردہا (محبت و تعظیم) تھی۔ لیکن اُس

کے راج میں براہمنوں کا بھی کچھ کم زور اور رسوخ نہ تھا۔ شلادت کی دعوت میں مختلف صوبوں کے راجہ مع اپنی اپنی فوجوں۔ براہمن۔ شترمن وغیرہ پانچ ہزار لوگ بہت شان و شوکت کے ساتھ اس جلسہ میں شامل ہوئے تھے۔

اڑھائی ماہ تک یہ اتسب نہایت دھوم دھام سے جاری رہا۔ اس دھرم مہا منڈل کی مغربی طرف ایک عالی شان سنگھ آرام رکھا شوڈوں کے رہنے کی جگہ اور مشرق کی طرف ساتھ ساتھ ادنجا ایک ستون تعمیر کیا گیا۔ درمیانی حصہ میں بڑھ دیو جی کی سونے کی قد آدم مورتی نصب کی گئی۔ اور بڑھ دیو جی اور شیوان تینوں کی مورتیاں علیحدہ قائم کی گئیں۔ اور تمام ہندو اور بڑھ لوگوں کو جو اس جلسہ میں شامل ہوئے تھے۔ نہایت بیش قیمت چیزیں دان دی گئیں۔ اور طرح طرح کے لذیذ اور عمدہ کھانے کھلائے گئے۔

بڑھ دیو جی کی ایک چھوٹی مورتی ایک نہایت آراستہ و پیراستہ ہاتھی کی پشت پر رکھی گئی۔ بائیں طرف اندر کے لباس میں شلادت اور دائیں طرف کام رُوپ کا راجہ نہایت کر دفر سے مع پانچ پانچ نوجوان بھتیوں کے جلوس کے ساتھ ساتھ روانہ ہوئے۔ شلادت ہیبرے اور جواہرات کے جڑاؤ زیور اور دیگر نہایت قیمتی چیزیں پوارے کے طور پر چاروں طرف بکھیرنے لگا۔ اور اُس نے بڑھ دیو جی کی مورتی کو اسٹان کرانے کے بعد اپنے کندھوں پر اٹھا اور بیش قیمت لباس پہنا کر ستون پر نصب کر دیا کھانا کھانے کے بعد براہمن اور شترمن آپس میں بل کر دھرم چرچا اور بحث و مباحثہ کرنے لگے۔ ایک طرف تو براہمنوں اور شترمنوں اور دوسری طرف مہایانی اور ہن یانی دو بڑھ فرقوں میں سخت بحث مباحثہ شروع ہو گیا۔

اُس اُتسب میں راجہ نے اپنے فرائے کا قریباً تمام روپیہ خرچ کر دیا۔ یہاں تک کہ اُس موقع پر وہ اپنے جسم سے کپڑے - کافوں کے بالے - موتیوں کی مالا وغیرہ بیش قیمت چیزیں بھی اتار کر لوگوں کو دیتے تھے۔
 یہاں تک سائنگ کا بیان ہے۔ کہ اُتسب کے ختم ہونے پر اُس سنوں میں آگ لگ گئی۔ اُس کا خیال ہے۔ کہ راجہ شلادرت کی بڑھ دہرم میں اس قدر شردنا دیکھ کر براہمنوں نے حسد کے مارے یہ نہایت خوفناک اور گناہ آلود کارروائی کی تھی۔ اُنہوں نے راجہ کو کبھی مار ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ مگر خوش قسمتی سے وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہوئے۔

بڑھ مذہب کی تیسری مجلس

جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے۔ بڑھ مذہب میں بہت سے نا اہل ^{شخص} کے داخل ہونا سے اُس میں بہت سی گڑبڑ پڑ گئی تھی۔ یہاں تک کہ سات سال تک مذہبی رجم و رواج بالکل بند رہے۔ راجہ اشوک

۱۷۷۱ء کی وفات کے بعد بڑھ مذہب کی چار بڑی بڑی سبھائیں منعقد ہوئیں اول سبھاما کاشیپ کے مشورہ سے راجا اجات مشرو کے زیر انتظام راج گڑھ کے سپت پرنی مقام میں منعقد ہوئی۔ اُس کے تین سال بعد دوسری مجلس کال اشوک - اس کے بعد تیسری مجلس راجہ اشوک نے سنہ عیسوی سے ۱۷۴۳ برس پہلے پاملی پتر (پٹنہ) میں منعقد کی۔ چوتھی مجلس سکافاندان کے راجہ کنیشک والی کشمیر نے ویشالی میں اور چاندھ میں یکے بعد دیگرے ایک ایک سبھامنعقد ہوئی۔ پہلی اور دوسری مجلس میں بڑھ کے ایشیا ^ت جیت نصائح اور ہدایات سچ کی گئیں۔ اور اس طور پر بڑھ شاستر تیار ہوئے۔

نے اس گڑبڑ کی کوئیست و نابود کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ ۲۲۲ برس قبل از مسیح بدھ مذہب کی ایک مجلس منعقد ہوئی۔ دریا سے گنگا کے کنارے پانی پتھر میں مدگل پتھر تشبیہ کی جائے قیام پر ایک نہایت عالیشان مندر (منڈال) بنایا گیا جس میں سب ممبروں کے لئے علی قدر مراتب جگہ مقرر کی گئی۔ خود راجہ کے لئے نہایت اعلیٰ جگہ بنائی گئی۔

تشیہ جس کی عمر اس وقت ۷۲ سال کی تھی۔ یہ مجلس مقرر ہوئی۔ پہلے یہ فیصل ہوا کہ ہر ایک بھکشو کا امتحان لیا جائے چنانچہ بھکشو ایک ایک کر کے تشیہ کے سامنے آتے۔ اور وہ ان سے دھرم کے متعلق کچھ سوال فرماتا کرتا۔ جو بھکشو بدھ مت کی مذہبی کتاب تری پیک کے خلاف جواب دیتا۔ اس کو سنگھ سے خارج کر دیا جاتا۔ اور اس کا بھکشو لباس اتار کر اسے سفید پوشاک پہنادی جاتی۔ اس طرح ساٹھ ہزار بھکشو سنگھ سے خارج کئے گئے۔ راجہ خاموش بیٹھا یہ سب عجیب واقعہ دیکھتا رہا۔ اس طرح تمام ناقابل بھکشوؤں کو بدھ دھرم کے دائرہ اثر سے باہر نکال کر پاک طینت اور پرہیزگار بھکشوؤں کو جن کا بدھ مذہب پر خیمہ یقین تھا چن لیا گیا۔ ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان کو میر مجلس نے سمٹھا و کھنوکا عمدہ مکان بنایا۔ تاکہ جو جوشوک میں سب رفق ہو جائیں۔ اس مجلس نے پہلی اور دوسری منعقدہ مجلسوں کی کارروائی کو بھی چڑھا۔ اور اس کو درست تسلیم کیا۔ اور تمام برگزیدہ بھکشوؤں کی مدد سے اپنی مذہبی کتاب تری پیک کی غلطیوں کی پڑتال کر کے اس کی اصلاح کی۔ اس طور پر بدھ مت ستر میں لکھا ہے۔ ستر میں... کے ہیں؟

(۱۱) بسنے پنک۔ (۱۲) سو تر پنک (۱۳) ابھی دھرم پنک دان تینوں کے مجموعہ کو ترکی پنک یا تین رتن کہتے ہیں۔ ان میں بڑھ فرقہ کے عقاید اصولوں۔ اور رسوم۔ پر لاشعرت رکھارہ (کا طریقہ)۔ اخلاق کی کہانیاں اور تمثیلیں اور درشن (فلا سفی) وغیرہ درج ہیں ❖

بڑھ مشنت کی تمام حکایتیں اور روایتیں پانی زبان میں لکھی گئیں۔ کچھ اُپر دو ہزار برس سے بڑھ مذہب کے جو شاستر جنوبی شاخ میں جاری ہیں۔ وہ اسی مجلس کے مرتب کئے ہوئے ہیں۔ نو مہینے تک اس مجلس کا کام جاری رہا۔ اس میں بڑھ شاستر پڑھا جاتا تھا۔ اور اس بات پر بحث ہوتی تھی کہ کونسا فرقہ دھرم کے مطابق ہے۔ اور کونسا نہیں۔ کونسا چھوڑ دینے کے قابل ہے۔ اور کونسا رکھنے کے لائق۔ یہاں اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ کہ شمالی شاخ کے بڑھ شاستروں میں اس مجلس کا کچھ ذکر نہیں ملتا۔ اس کے متعلق جو کچھ حالات معلوم ہوئے ہیں وہ محض جنوبی شاخ ہی کی کتب سے لئے گئے ہیں۔ اگر دوسری شاخ کے ذریعہ سے بھی کچھ حالات معلوم ہوتے۔ تو اس مجلس کی کارروائی اور بھی زیادہ وضاحت سے صحیح طور پر معلوم ہو سکتی ❖

بڑھ شاستر کی اصلاح کے متعلق اس مجلس کی خواہ کچھ ہی کارروائی کیوں نہ ہوئی ہو۔ لیکن اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ دھرم کے پرچار کی طرف اس نے خاص توجہ دی۔ اور یہی بات اس کی بزرگی اور عظمت کا موجب ثابت ہوئی ❖

اس مجلس کی کارروائی کے حسنتم ہوتے ہی راجہ اشوک نے کشمیر

قندھار۔ مہیشور۔ بن باس (راستھان) ایزنگ (نچاپ) مہاراشٹر
یون لوکت۔ باختر۔ یونان۔ ہمالیہ۔ سورن بھومی (برما) اور سیلون کی طرف
دھرم پر چاروں کو روانہ کیا۔ اشوک کے احکام میں اور بہت سے
ملکوں کا بھی نام پایا جاتا ہے۔ مثلاً چولا (تجور) پانڈیا (مدورا) سات پور
(ترید اوریا کے جنوبی پہاڑوں کا سلسلہ) اُڑیٹھیکس کاراج وغیرہ۔
ان تمام ملکوں میں دھرم کی رشتہ کا جھنڈا گاڑنا اشوک کا خاص مقصد تھا۔
چنانچہ وہ خود کہتا ہے کہ "دھرم کی فتح ہی تمام فتوحات سے زیادہ اعلیٰ
اور راحت بخش ہے"۔

پانچواں باب

مذہبی واعظوں کا باہر روانہ کرنا

مذہبی کتابوں کی اصلاح کرنے کے بعد راجہ اشوک نے بڑھ مذہب کو
پھیلانے کا ایک اور طریقہ نکالا یعنی اُس نے مختلف مقامات میں مذہبی اعظ
(پرچارک) روانہ کئے۔ دیپ ونش نامی کتاب کے آغوش اور مہادنش
کے بارھویں باب میں ان واعظوں کے نام درج ہیں :-

نمبر شمار	نام ملک	نام داعظ
۱۱	گنیشیر اور قندھار	راج جھاننگ
۱۲	ہیسور	مہادیر

نمبر شمار	نام ملک	نام واعظ
۳	اپرانت (پنجاب کے مغرب کی طرف کا علاقہ)	جون دھرم رکھت
۴	مہاراشٹر (گجرات)	مہادھرم رکھت
۵	جون لوک (یونان وغیرہ)	مہارکھت
۶	ہمونٹ (اطراف ہمالیہ)	بججم - درو و پشمار - سدیو - مگدیو
۷	سورن بھومی (علاقہ برما)	سیس اور اوتہ
۸	لنکا	ہندر - سنگھ مترا
۹	بن ہاشی (نیشنلزم سے صابک بنا گیا) کہ بن ہاشی بلچوتانے کے بھیل کی صد اور پرتگیزی رکھت	

غیر ممالک میں واعظ بھیجنے کا طریقہ ہمارا بڑھ کے وقت سے ہی جاری تھا۔ چنانچہ اس کی تصدیق جنرل کنگنہم نے بھی کی ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں اشوک کی مذہبی سرگرمی اور گرجاؤں کی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کیونکہ اُس نے اُس بات کو نین سو برس پہلے جاری کیا تھا۔ جو عیسائی مذہب کے آغاز میں اس کے مشہور انیسٹیشنوں میں سے ایک تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ اشوک ہی کی مثال کو دیکھ کر اس سے تین سو سال بعد عیسائیوں نے مسیحی مشنری باہر بھیجی۔ جن کا سلسلہ اب تک برابر جاری ہے اشوک نے دھرم پرچار کے لئے جن تمام بھکشوؤں کو مختلف ملکوں میں بھیجا تھا۔ اُن سب میں اُس کے اپنے بیٹے ہندر کو لشکا (سیلون) میں دھرم پرچار کیلئے بھیجے جانے کا ذکر خاص کر قابل بیان ہے۔

لنکا (سیلون) میں دھرم کا پرچار

لنکا وہ ٹاپو جس کا بیان رامائن میں پایا جاتا ہے۔ اور جس کو سنگاپور بھی کہتے ہیں، کا ہندوستان کے ساتھ زمانہ قدیم سے تعلق چلا آتا ہے۔ دیپ ونش نامی کتاب میں پایا جاتا ہے۔ کہ اس جزیرے میں پہلے رکھشس رستے تھے۔ مگر کئی عالموں کی رائے اس کے خلاف ہے ہم اس بحث کو یہیں چھوڑ کر اس ٹاپو کی تاریخ کی طرف نظر ڈالتے ہیں اس کے اصلی باشندے چنگی لوگ تھے۔ اور انہی کو رامائن میں ساکھشوں کے نام سے پکارا گیا ہے۔ اس وقت یہاں سمندر کے سفر کا رواج تھا۔ بڑی بڑی کشتیوں میں سوداگر و دیگر مسافر ہندوستان کے مشرقی جزائر میں جاتے آتے تھے۔ تو تاریخ اس روایت کی تصدیق کرتی ہے۔ کہ ان کو کسی ہندوستانی راجہ نے شکست دے کر ان کی سلطنت پر قبضہ کر لیا تھا۔ اشوک کے زمانے میں دہاں تشیہ نامی راجہ راج کرتا تھا۔ جس نے اشوک کی شہرت سن کر اس کی طرح اپنے نام تشیہ کے ساتھ دلوانام پر یہ درٹی ایڑا کر دیا تھا۔

جب راجہ اشوک کو راج کہتے ہوئے ساڑھے سترہ برس ہو چکے۔ تو اس سال راجہ تشیہ لنکا کے تخت پر بیٹھا۔ اور راجہ اشوک کا نہایت گہرا دوست اور معاون و مددگار بن گیا۔ اگرچہ دونوں اجالوں کے درمیان ملاقات کبھی نہیں ہوئی تھی لیکن لنکا کے راجہ نے اپنی دوستی

اور عزت کا اظہار کرنے کی غرض سے اپنے بھتیجے ہمارتھ کے ماتحت ایک مشن ہندوستان کو روانہ کیا۔ سات دن کے بعد لنکا کے راجہ کے سفیر تاملی پتی (تموک جو کہ بنگال میں ہے) کے بندرگاہ پر پہنچے۔ اور اس کے اور سات دن بعد شاہی دربار میں وارد ہوئے۔ راجہ اشوک نے ان کی شاہی طریقے سے نہایت خاطر تواضع کی۔ ان قیمتی اور نایاب تحفہ تحائف کو نہایت مسترت اور کمال خوشی کے ساتھ قبول فرمایا۔ جو کہ اُس کے دوست نے بھیجے تھے۔ اور اُس کے بدلے میں ان کے برابر ہی قیمتی تحفے راجہ اشوک نے بھی اُس کو بھیجے۔ سرکاری ایچی چار مہینے تک دارالسلطنت میں ٹھیرے۔ اور پھر جس راستہ سے آئے تھے۔ اسی راستے سے واپس چلے گئے۔ اور چلتے وقت راجہ نے ان کے ہاتھ یہ پیغام بھیجا۔ کہ ”میں نے بڑھ اُس کے دھرم اور سنگھ میں پناہ لی ہے۔ میں اپنا سر ساکیہ خاندان میں پیدا شدہ بڑھ کی تعلیم کے سامنے جھکا دیا ہے۔ آپ بھی ان ہی تین باتوں کو اپنے دل میں جگہ دو۔ بڑھ کے اعلیٰ مذہب پر ایمان لاؤ۔ اور اسی کو اپنا رہبر بناؤ۔“

مندر اپنے باپ کی تخت نشینی کی رسم ادا ہونے کے چھ سال بعد بڑھ سنگھ میں داخل ہوا۔ اور بھکشو بن گیا تھا۔ لنکا کے ایچی کے چلے جانے کے بعد مندر نے لنکا میں جا کر وعظ کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ وہ تری ٹیک اور اُس کی شرح (جو پائی پیڑ کی تیسری مجلس کے اصلاح کرنے کے بعد کی گئی تھی) اور نیز کئی اور بڑھ مذہب کی کتابیں لے کر اور بھکشوؤں کے ہمراہ لنکا کو روانہ ہوا +

سب سے پہلا کام جو اس نے کیا۔ یہ تھا۔ کہ راجہ کو مع اس کے چالیس ہزار پروکاروں کے بڑھ مذہب میں دیکھتے (شامل) کیا۔ راجہ تشبیہ کی رانی انولالے سنگھ میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کی۔ مگر ہنڈر نے جواب دیا۔ کہ عورتوں کو سنگھ مترا (راجہ اشوک کی لڑکی) ہی سنگھ میں شامل کر سکتی ہے۔ کیونکہ مرد عورتوں کو سنگھ میں شامل نہیں کر سکتے +

لشکا کے راجہ نے پھر اپنے بھتیجے کو سنگھ مترا اور بودھی درخت کی متبرک شاخ کو لانے کے لئے راجہ اشوک کے پاس بھیجا۔ راجہ اشوک نے اپنی پیاری لڑکی سنگھ مترا کو جس کی عمر اس وقت ۱۹ سال کے قریب تھی۔ کچھ پس و پیش کے بعد لشکا جانے کی اجازت دی۔ اور بودھی درخت کی شاخ کو ایک بڑی بھاری رسم ادا کرنے کے بعد متبرک بودھی درخت سے اتارا۔ اور شاہی ایچیوں کو مع سنگھ مترا کے تامل پتی کے بندرگاہ پر پہنچانے کے لئے خود راجہ اشوک ان کے ہمراہ آیا +

جب سنگھ مترا بودھی درخت کی شاخ کو لے کر لشکا میں پہنچی۔ تو نہایت عزت کے ساتھ اس کا خیر مقدم کیا گیا۔ اور شاخ کو مہا سنگھ باغ میں لگایا گیا۔ جس کو کہ لشکا کے راجہ نے سنگھ کے واسطے وقف کیا ہوا تھا۔ اس شاخ سے آٹھ نہایت مضبوط ٹنٹیاں نکلیں۔ جو کہ آٹھ مختلف مقامات پر لگائی گئیں +

مہارانی انولا کو مع پانسو کوٹاری لڑکیوں اور پانسو محل کی دیگر عورتوں کے سنگھ مترا سے بڑھ دھرم میں داخل کیا۔ اور انولالے بعد میں آئے

کی پردی حاصل کی۔ لٹکا کے راجہ نے سنگھ مہتر اور دوسری سادھو عورتوں کے رہنے کے لئے دیسج پیمانے پر ایک آشرم تیار کرایا۔ اور وہ تازندگی وہاں نہایت امن وامان سے رہتی رہی۔ اور اسی جگہ اس کا انتقال ہوا۔ اُس کا بھائی مہندر اُس کے ایک سال پہلے انتقال کر گیا تھا۔

مہندر کی کوشش سے لٹکا میں بڑھ دھرم کو بہت عروج حاصل ہوا اس کا ایک تو سبب یہ تھا کہ لٹکا کا راجہ نشہ خود بڑھ دھرم کا پیرو ہو گیا تھا۔ دوسرے مہندر کے مزاج میں بچہ بھگتی۔ ایشا نفسی۔ سنجیدی۔ دانشمندی وغیرہ صفات موجود تھیں۔ جن کے سبب سے وہاں کے لوگ بڑھ دھرم کے گردیدہ ہو گئے۔ اگر مہندر میں ایسی صفات نہ پائی جاتیں۔ تو کبھی بھی لوگوں پر اُس کا اتنا اثر نہ ہوتا۔

الوادھا پور کے نزدیک تہتالی پہاڑ کی چوٹی پر جو بڑھ مہندہ واقع ہے۔ وہ لٹکا کے راجہ تشیہ کے حکم سے تعمیر ہوا تھا۔ اس پر بت آشرم میں مہندر نے کئی سال گزارے۔ پہاڑ کو کھود کر فار میں جو آشرم تیار کیا گیا تھا۔ اُس کے تمام نشانات اب بھی موجود ہیں۔ مہندر کے پر بت آشرم سے میدان کا تمام نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ پہاڑ کے سایہ کی وجہ سے اس آشرم میں سورج کی شعاعیں نہیں پہنچتی۔ اور نہ وہاں انسان کا شور و غل سُنائی دیتا ہے۔ چاروں طرف سناٹے کا عالم ہے۔ نیچے کے میدان سے وہاں شور و غل کی آواز نہیں پہنچتی بھوروں کی جھیننا ہٹ اور درختوں کے پتوں کی سنستا ہٹ گئے سوا اور کوئی آواز سُنائی نہیں دیتی تھی۔ بڑھ مہندر کے فاضل

یَس ڈیوس نے اس آشرم کی زیارت کی تھی۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ "جس دنی میں نے اس پاک مقام میں داخل ہو کر اس آشرم کی زیارت کی۔ وہ دن میری یاد سے کبھی نہ بھولینگا۔ اس کے چاروں طرف فساتی ہی فساتی برس رہی ہے۔ اور یہاں آج سے دو ہزار برس پہلے اس خوبصورت اور دلکش کٹیج تنہائی میں بیٹھ کر بڑھ دھرم کا نہایت سنگرم اور پرجوش پرچارک (مہندر) دھیان (مراقبہ) کرتا اور لوگوں کو دھرم کی تعلیم دیتا تھا۔"

راجہ تشیہ بیس برس سلطنت کر کے مہندر سے پہلے ہی اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔ اس کی موت کے بعد بہت پولیٹیکل اور ملکی انقلاب پیدا ہوئے۔ لیکن مہندر نے جو بیج بویا تھا۔ اس نے ایسے پھلدار اور طاقت ور درخت کی صورت قبول کر لی۔ کہ اس کے اُدھر سے ان انقلابوں اور تہلکوں کے کتنے ہی زوردار طوفان گزر گئے۔ لیکن اس کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے +

ہنسار یعنی کسی ذمی روح کو ستانے کی ممانعت

ہمارا جہ اشوک اپنی پہلی عمر میں گوشت کھانے کو پسند کرتا تھا۔ اور کہ اُس کے باورچی خانے میں ہر روز ہزاروں جاندار قتل ہوتے تھے لیکن جب اُس کو دھرم کا سچا علم ہوا۔ تو اُس نے ایک دم گوشت کھانا بند کر دیا۔ اور حکم دے دیا۔ کہ کسی جانور کو نہ مارا جائے۔ اس بات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اشوک ایک مستقل مزاج شخص تھا۔ اور جو اُس کی سمجھ میں پوری طرح سے بیٹھ جاتا۔ اُس پر وہ پورے طور پر عمل کرتا تھا۔ کشتری لوگ کھانے کے لئے عموماً جانوروں کو مارا کرتے تھے۔ اُس کی بھی اُس نے ممانعت کر دی اُس نے ہرگز شرمی و سمرتی وغیرہ شناسندوں کے حوالوں کے ذریعے سے یہ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کہ اُن کی رو سے گوشت خوری جائز ہے یا ناجائز۔ اور نہ اُس نے اس دلیل سے سمجھانے کی کوشش کی کہ اس کا پہلے جسم (مسئلہ تنازع کی رو سے) سے کیا تعلق یا واسطہ ہے بلکہ اگر اُس نے کوئی دلیل گوشت خوری کے خلاف سب سے مضبوط اور سب سے اعلیٰ خیال کی۔ تو وہ یہ تھی۔ کہ لوگوں کو دیا دھرم (رحم) اپنے آپ میں پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور چونکہ گوشت خوری رحم سے بعید ہے۔ اس لئے اس کا ترک کرنا ہی اچھا ہے۔ اسی دلیل کو مدلل سمجھ کر اس نے گوشت خوری ترک کر دینے کا ارادہ کیا۔ اور وہ اپنے ارادے میں کامیاب ہوا۔ راجسویہ۔ اشومیدہ وغیرہ جو یہ

تھے۔ وہ مطلق بند کر دیئے گئے۔ اور دوسرے گیوں میں بھی جو مالش (گوشت) کی آہوتی دی جایا کرتی تھی۔ اس کی جگہ بھی دودھ لگی۔ اور دیگر کھانے کی اشیا کی آہوتی دی جانے لگی۔

دوائی خانے اور ہسپتال

ہمارا راجہ اشوک نے اپنے راج میں ایک اور نہایت اعلیٰ کام کیا یعنی اس نے انسانوں اور حیوانوں کے لئے مختلف مقامات پر دوائی خانے قائم اور جاری کئے۔ انسانوں کے لئے دوائی خانے اور ہسپتال قائم کرنے کا اعلیٰ کام عیسائی مذہب کے لوگ بھی کرتے ہیں۔ اور ان کی بڑی تعریف کی جاتی ہے۔ اور ہوتی بھی چاہئے۔ لیکن یہ بات قابل غور ہے۔ کہ حیوانوں وغیرہ کے لئے جو انسانوں سے کمتر شمار کئے جاتے ہیں۔ دوائی خانے قائم کرنے والا شخص مسیح سے اڑھائی سو برس یعنی آج سے تقریباً بائیس سو سال پہلے ہو چکا ہے۔

اعلیٰ جماعتوں پر رحم کرنے کی مثالیں تو تو اوزارح کے ہر زمانے میں نظر سے گذرتی ہیں۔ اور آئندہ بھی ایسی مثالیں تصور میں آتی رہیں گی لیکن انسانوں کے مقابلے میں حیوانوں کے لئے ہسپتال قائم کرنے کا کام بہت بڑی نیکی اور اعلیٰ درجہ کی شرافت و رحمدلی کا بین ثبوت ہے۔ گائے گھوٹے بھینس وغیرہ حیوانوں کے زخموں پر مرہم پی کرنے سے یا بیمار اور کمزور جانوروں کو پیٹ بھر کر گھاس چارہ اور پانی دینے سے جس قسم کی شکرگزاری کے نشانات ان بے زبان جانوروں کے چہروں پر ہویا

ہوتے ہیں۔ ویسے زباندار اور ذی عقل انسان کے چہرے پر شاید ہی کبھی دیکھنے میں آتے ہوں۔ اس بات کو آج کے مہذب ترین زمانہ سے دو ہزار برس پہلے ہی سمجھ کر مہاراجہ اشوک نے اپنی سلطنت میں ہر جگہ ایسے ہسپتال قائم کئے۔ اور دشوار گزار ہمالیہ پہاڑ پر سے بوٹیوں اور دواؤں کو منگنا کر ہر ہسپتال میں رکھنے کا حکم دیا۔ یہ بات واقعی قابل غور و فخر و تقلید ہے۔

اس میں شک نہیں۔ کہ اس کے دل میں تمام مخلوقات کے لئے رحم و ہمدردی کا خیال پیدا ہونے کا باعث بڑھ دھرم ہی تھا۔ اس بات کو پلا حیل و حجت تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ سب مخلوقات پر رحم کرنے کا سبق و عمل بڑھ دھرم میں بھارت درخش کے دیگر مذاہب کی نسبت بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ بلکہ دنیا بھر کے مذاہب میں سے کسی مذہب میں بھی اس سے زیادہ رحم کرنے کا سبق نہیں پایا جاتا۔

یہودی مذہب میں خاص خاص جانوروں کو مانا یا کھانا ممنوع ہے آج کل مغربی ممالک میں بھی حیوانوں پر ظلم ترک کرانے کا مٹھا سامنے رکھ کر کئی سبھائیں اور سوسائٹیاں قائم ہونے لگی ہیں۔ لیکن ان کا بھی مٹھا فقط اس حد تک ہے۔ کہ کس طرح سے حیوانوں کو ذبح کرتے وقت کم از کم آزار پہنچ سکتا ہے۔ فرانس میں انقلاب سلطنت کے وقت جس طرح گلوٹین (ایک قسم کی گل جس کے نیچے انسانوں کی گردنوں کو کاٹ دیا جاتا تھا۔ یہ ایک قسم کی سولی یا پھانسی تھی) کے ذریعے سے

انسانوں کو فوراً ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ اسی طرح سے حیوانوں کو بھی فوراً ہلاکتی کیفیت کے فوج کرنے میں گویا یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ حیوانوں پر بڑا رحم کیا گیا۔ ایسے لوگوں کے لئے اس سے زیادہ رحم کی تعریف کچھ نہیں۔ "اہنسا پر مود دھرم" یعنی کسی جاندار کو نہ ستانا۔ بڑھ دھرم نے اپنے اندر جذب کیا مویسے کسی دوسرے مذہب نے آج تک اس اصول کو اپنے اندر جذب نہیں کیا ہے۔

۱۵ جن مانس بڑھ زندہ تھا اور اپنے مذہب کی اشاعت کر رہا تھا۔ اسی زمانے میں ایک اور کھتری قوم کا شہنشاہ تھا۔ کہ جس کا نام درودھ مان تھا۔ اُس نے مہاپرکاش کا لقب اختیار کیا۔ اور ایک اور مدت پہلایا۔ بوبستھی باتوں میں بڑھ مت سے متا جلتا ہے۔ یہ خود جن یعنی سورھ کہلاتا تھا۔ اس کے مت کو جن مت یا جن مت کہتے ہیں۔ اسکے پیرو جینی کہلاتے ہیں۔ یہ بھی شمالی ہند میں رہتا اور غلط کرتا تھا۔ جینیوں کا دعوئے صحیح ہے کہ ان کا مذہب بڑھ مت سے بڑا ہے۔ اور جن عالموں کا خیال ہے کہ ان کا دعوئے صحیح ہے۔ اب تک ۱۵ لاکھ کے قریب جینی ہند کے آئندہ حصول میں آ رہے ہیں۔ بڑھ مت والوں کی طرح جینیوں کے بھی سادھو ہوتے ہیں۔

ان لوگوں کی مانند جین مذہب کے لوگ بھی "آسن پر م دھرم" (یعنی کسی جانور کو نہ مارنا ہی اعلیٰ دھرم ہے) کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ لوگ گوشت کا استعمال نہیں کرتے۔ اور اس خیال سے کہ مہا دا کوئی خالو مر جائے۔ سورج کے غروب ہونے سے پہلے ہی کھانا کھاتے اور چھان کر پانی پیتے ہیں۔ علاوہ ان میں ان کے طرز سکونت۔ رسوم اور تہواروں وغیرہ سے بھی جانداروں کے لئے دیا ظاہر ہوتی ہے۔ جینی لوگ دیا کے مسئلہ کو یہاں تک نے گئے ہیں۔ کہ وہ جسے المعتدر چھوٹے سے چھوٹے جانور کو بھی نہیں مارتے۔ مہا دا ساقس لینے سے کوئی گرم اندر چلا جائے۔ اس خیال سے ان میں سے بعض بسن لوگ مٹہ رسی باندھ رکھتے ہیں۔ جینیوں کی طرف سے کلمت کے نزدیک سید پور میں جھوٹوں کے لئے ہسپتال (ہیجر پول) کا قائم کرنا۔ جہاں کمزور۔ بوڑھے اور بیمار حیوانوں کو اٹھلے بٹھے جاتے ہیں۔ اور ان کی خوراک اور علاج وغیرہ کا انتظام کیا جاتا ہے۔

"اہنسا پر م دھرم" کی ایک بے نظیر مثال ہے +



چھٹا باب

بُدھ دھرم کے تیرتھ درشن اور اشوک کی تیرتھ یا ترا

بُدھ دھرم کی تسلیم میں جہاں بھاؤنا۔ دھیان اور سما دھی عبادت کے لئے لازمی سمجھے گئے ہیں۔ وہاں تیرتھ درشن بھی پوجا عبادت کا ایک جزو اعظم خیال کیا گیا ہے۔ قدیم زمانہ سے ہی بُدھ سماج میں اس کا رواج پایا جاتا ہے۔ بُدھ مذہب کی کتب مقدسہ میں تیرتھ کے چار مقام بیان کئے گئے ہیں +

(۱) بُدھ کی جائے پیدائش +

(۲) دُہ مقام جس جگہ بُدھ نے پریم گیان حاصل کیا +

(۳) وہ مقام جہاں بُدھ نے دھرم چکر چلایا۔ یعنی پہلے پہل اپنی تسلیم

کی ہدایت کی +

(۴) وہ مقام جہاں بُدھ کی موت واقع ہوئی +

ان تمام مقامات کے درشن کے خیال سے بھکشو بھکشونیں -

اپاسک (عبادت کرنے والے) اور اپاسکا (عبادت کرنے والی) تیرتھ یا ترا کے لئے جاتے ہیں +

بُدھ دھرم کے ان تمام تیرتھوں میں سے بعض تو خستہ حالت میں

ہیں۔ بعض قریباً کھنڈر پڑے ہیں۔ اور بعض کی شکل و صورت ہی تبدیل

ہو گئی ہے۔ اور بعض بالکل نیست و نابود ہو گئے ہیں ❖

(اکیسل وستو۔ جو کپیل وستو بڑھ کی جنم بھومی (جسے پیدائش) تھا اب ذہ کہاں ہے۔ اُن کی زندگی میں ہی تقریباً نیست و نابود ہو چکا تھا۔ بڑھ نے خود توراج چھوڑ کر دھرم پرچار کے لئے اپنی زندگی قربان کی۔ بعد اپنے لڑکے راہول اور دیگر رشتہ داروں اور عزیزوں کو بھی اپنے دھرم میں دخل کر کے راج کے مضبوط ستون مکرور کر دیئے تھے۔ بڑھ کی علیحدگی سے اُس کے پتا کو جس قدر تکلیف اور دکھ ہوا تھا۔ اُس کا ذکر بیان سے باہر ہے۔ جب پوتا اور دیگر رشتہ دار بھی بھکشو بن گئے۔ تو بوڑھے راجہ کا کوئی سہارا نہ رہا۔ اور رہی یہی ہمت بھی ٹوٹ گئی۔ یہ حالت دیکھ کر باہر دشمنوں نے موقع پا کر اُس کے ملک پر حملہ کیا۔ بڑھ کی وفات کے تین برس بعد کوشل راج کے راجا پرسن جیت کے لڑکے اور وئی عہدے کے کپیل وستو کو بالکل نیست و نابود کر دیا۔ اور شاکیہ خاندان کا نام دشنام مٹا دیا۔ پسن کے سیانوں نے اس مشہور شہر کے کھنڈروں کو ہی دیکھا تھا۔ رفتہ رفتہ کھنڈرات کا نشان بھی نہ رہا۔ حال میں بہت جستجو اور تلاش کے بعد اشوک کے ایک کھودے ہوئے ستون سے کپیل وستو کا چائے وقوع نیپال کے نزدیک بتلایا جاتا ہے ❖

۲) بڑھ گیا۔ چونکہ اس مقام پر بڑھ نے پر مگیان حاصل کیا تھا اس واسطے یہ مقام بڑھ لوگوں کا سب سے بڑا تیرتھ سمجھا جاتا ہے جیسا کہ عیسائیوں کے لئے یروشلم ہے ❖

گیا کے ساتھ بڑھ لوگوں کا سب سے بڑا لگاؤ ہے۔ راجہ اشوک

نے اس جگہ پر ایک بدھ مندر بنا دیا تھا۔ یہ مندر کئی بار گر پڑا۔ اور پھر کئی دفعہ
 نئے سرے سے تیار کیا گیا۔ چنانچہ زمانہ حال میں بھی ازسرنو اس کی تعمیر ہوئی
 ہے۔ ہوگنگ سانگ چنی سیاح نے جس وقت اس کو دیکھا۔ اس وقت
 کا حال یوں لکھتا ہے :-

” اب وہاں پر وہ بُدھی درخت بھی نہیں ہے۔ جس کے نیچے بُدھ
 کی معرفت کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔ مندر کے پیچھے ایک پیل کا درخت
 تیسری صدی عیسوی میں لگایا گیا تھا۔ اور اب وہی موجود ہے ۔
 درخت کے ایک طرف ایک بہار ہے جس پر ایک خوبصورت
 سنہری کلس لگا ہوا ہے۔ اس کے داخلے کے دروازے کی ایک طرف
 اولوک تیشور اور دوسری طرف میترے کی مورتی ہے۔ درخت کے
 شمال کی طرف بُدھ پریم گیان حاصل کرنے کے بعد چل قدمی کیا کرتے
 تھے۔ سات دن تک دھیان میں مگن رہنے کے بعد اُنھ کو اسی جگہ بُدھ
 نے ویش کے دو لڑکوں تری پش اور بھلک کے ہاتھ سے فاقہ کشی کے
 بعد دودھ لے کر پیا تھا ۔“

بُدھ گیان میں بدھ کی یادگار کے مقام کثرت سے پائے جاتے ہیں ۔
 بودھی درخت۔ جس درخت کے نیچے بیٹھ کر بدھ گیساتے
 نزدیک گوتم بدھ نے ست گیان حاصل کیا تھا۔ وہ درخت ” بودھی
 یا علم کا درخت “ کہلاتا تھا ۔ اسی مقدس درخت کی ایک شاخ سنگھترا
 لٹکائیں لے گئی تھی جس سے ایک بڑا بھاری درخت پیدا ہوا۔ اتنا
 عرصہ گزر جانے کے باوجود اب تک قائم ہے۔ اور لوگوں کا بیان ہے

کہ وہ درخت ابھی تک بڑھنا چلا جاتا ہے۔ یہ درخت مسیح سے ۲۲۵ برس پیشتر وہاں نے جا کر لگایا گیا تھا۔ جس کو آج ۲۱۴۷ سال کے قریب گذرے ہیں :

بڑھ دھرم کو ماننے والوں کا اعتقاد ہے کہ یہ درخت ہمیشہ ہرا بھرا رہے گا۔ مگر یہ صرت استعارہ سمجھنا چاہئے جس کا مطلب یہ ہے کہ بڑھی درخت کی طرح بڑھ دھرم بھی ہمیشہ قائم رہے گا۔ لہذا میں جیسے اچے اشوک کی لڑکی سنگھ متر کا لگایا ہوا درخت آج تک قائم ہے۔ ویسے ہی وہاں مندر کا لگایا ہوا درخت بھی ابھی تک سرسبز ہے۔ مگر افسوس! ہندوستان میں دونوں باتوں میں سے ایک بات بھی نہیں رہی۔ ہمارے ملک سے نہ صرف بڑھ مذہب ہی نیست و نابود ہو گیا۔ بلکہ اصلی بودھی درخت کا بھی نام و نشان نہ رہا :

۳، سارناٹھ۔ یہ کاشی کے نزدیک تیسرا بڑھ تیرتھ ہے۔ یہاں ہی بڑھ نے اپنا دھرم چکر پہلے پہل چلایا تھا۔ سارناٹھ بڑھ مذہب کے لوگوں کی ایک بہت بڑی اور مشہور جگہ تھی۔ بڑھ کی موجودگی میں ہی سارناٹھ ہمارا بن گیا تھا۔ یہاں پر بڑھ لوگوں کے بہت سے دیوالے (عبادت گاہ) اور دیوتاؤں کی مورتیاں تھیں۔ اور ایک نہایت عمدہ درگاہ بھی تھی۔ وہ سارناٹھ اب بالکل نیست و نابود ہو گیا ہے۔ اس کے چاروں طرف بڑے بڑے گھنڈر پائے جاتے ہیں کہ جن کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑھ لوگوں کے دشمنوں نے اس کو تباہ کیا ہوگا۔ یہاں پر اشوک کے وقت میں ایک ستون بنایا گیا تھا

جواب بھی موجود ہے۔ اس ستون کے نزدیک ہی ایک پتھر کا ٹکڑا دریا
ہوتا ہے۔ جس پر بڑھ کی پیدائش۔ پر مگیان کا حال کرنا۔ کاشی میں اپڈیش
اور زبان (موت) ان چاروں واقعات کے متعلق تصویریں کھدی

ہوتی ہیں۔
(۷) کوشی نگر۔ یہاں پر بڑھ کی وفات وقوع میں آئی۔ چین کے سیاح
اس کو مستہ حالت میں دیکھ گئے تھے۔

راج گرہ۔ یہ مقام راج پٹی سار کا دارالخلافہ تھا۔ بڑھ نے کپل
دستو سے نکل کر پہلے پہل اس جگہ دو برہمنوں سے دھرم اپڈیش لیا تھا۔
اگرچہ اُن کے بتلائے ہوئے راستہ نے اُن کے دل میں جگہ حاصل
نہ کی تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ اُن کی تسلیم اور اپڈیش بالکل بسپود
ثابت ہوئے۔ کیونکہ اس تسلیم کا نتیجہ بعد ازاں بڑھ کے اپنے اپڈیش
سے ظاہر ہوتا ہے۔ راج گرہ کا بیسویں اور گروہ کوٹ پریت یہ دونوں
مقامات بڑھ کی بہت پیاری رہائش گاہیں تھیں۔ بلھ دیو جی
کی زندگی کے متعلق اور بھی بہت سے واقعات اس جگہ کے ساتھ
وابستہ ہیں۔ ساری پٹیر اور مود گلیان بڑھ کے دو بہت بڑے شاگردوں
کی اشوجیت کے ساتھ یہاں ہی پہلے پہل ملاقات ہوئی۔ بڑھ کے
شاگرد دیودت نے بڑھ کے برخلاف یہاں ہی ساز و عمل کی تھی۔ اس
کے نزدیک ہی سپت پرنی نامی غار ہے۔ جہاں پہلے پہل بڑھ سبھا
مستعد ہوئی تھی۔ اسی مقام پر بڑھ نے اپنے شاگردوں کو اس امر کے
متعلق اپڈیش دیا تھا۔ کہ جس سے بھکشو دھرم کی پیروی کر کے آپس

میں صلح کے ساتھ رہیں۔ اور ان میں آپس میں نفاق نہ ہونے پائے۔
 ان مشہور تیرتھوں کے علاوہ اور بھی مقام ہیں جن کو بڑھ لوگ عزت
 اور تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مثلاً پائی پتر۔ شردستی۔ ویشالی۔ کوشابنی
 نالند وغیرہ۔ ان تمام مقاموں میں بڑھ نے وقتاً فوقتاً رائس اختیار کی ہے۔
 نالند میں بڑھ لوگوں کی ایک بہت بڑی اور مشہور یونیورسٹی تھی۔
 اس مقام کا نام اب بارہ گاؤں ہے۔ جو بڑھ گیا سے پالیس میل کے
 فاصلے پر ہے۔ ہونگ سانگ کہتا ہے۔ کہ بڑھ نے یہاں تین ماہ تک
 ٹھہر کر دھرم آپدیش دیئے۔ ہونگ سانگ نے خود اس بہار میں ٹھہر
 کر پانچ ماہ تک دھرم شاستروں کا مطالعہ کیا۔ شلادت کے عہد حکومت
 میں یہ بہار پورے جو بن اور رونق پر تھا۔ اس کا تمام فرج شاہی خزانہ سے
 دیا جاتا تھا۔ ہیانگ سانگ کا یہ بیان ہے۔ کہ چھ مختلف بہاروں میں
 قریباً دس ہزار بھکشو مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔ بڑھ مذہب کے
 اٹھارہ فرقے اسی جگہ جمع ہوئے تھے۔ یہاں کے تمام طالب علم بڑے زمین
 عالم اور پاک سپن ہوتے تھے۔ صبح سے شام تک محض دھرم چرچا اور دھرم
 کے متعلق بات چیت میں مصروف رہتے تھے۔ اور یہاں پر بہت دور
 دور سے بڑے بڑے پنڈت دھرم کے متعلق شکوک رفع کرنے کے
 لئے آکر ٹھہرتے تھے۔ نالند کے طالب علموں کی فضیلت اور علمیت
 کی اس تندرست شہرت تھی۔ کہ بہت سے فری اور دھوکا باز لوگ ان کا
 لقب اور خطاب لے کر منڈتالی کا، موآننگ بنا کر ادھر ادھر لوگوں کو
 دھوکا دیتے پھرتے تھے۔ ان مقامات کو چھوڑ کر سنگاپور۔ برہما تیام

ساتواں باب

پالی زبان

اشوک نے جو ستون بنوائے۔ اُن پر اُس نے پالی زبان لکھوائی جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس وقت شمالی ہندوستان میں پالی زبان راج پتی - بھارت و رٹش (ملک ہندوستان) کی زبان معمولی طور سے تین حصوں میں تقسیم کیجا سکتی ہے۔

(۱) آریہ بھاشا -

(۲) دراوڑی -

(۳) دیگر زبانیں -

جس زبان میں رگ وید سنگھٹا کے منتر ہیں۔ وہ ویدک سنسکرت کہلاتی ہے۔ یکن بعد ازاں اس میں کچھ کچھ تبدیلی ہو جانے سے وہی سنسکرت آریہ بھاشا بن گئی۔ جس میں رامائن - مہا بھارت منو سنگھٹا علم ادب و نظم اور کالیڈاس کی کتب لکھی گئی ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ قدیم آریہ بھاشہ تبدیل ہوتے ہوتے پالی اور پراکرت بھاشا بن گئی۔ اور ان زبانوں میں آہستہ آہستہ تبدیلی ہوتے ہوتے مروجہ ہندی بنگالی مرہٹی۔ گجراتی وغیرہ مختلف صوبوں کی زبانیں بن گئیں۔ مذکورہ بالا امر کو کیا یورپ کے سنسکرت کے مشہور عالم اور فاضل اور کیا

اس ملک کے پنڈت سب ہی متفق الترائے ہو کر تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ان تمام زبانوں کی ماں قدیم پراکرت ہے۔ اس کی صرف و نحو۔ علم ادب و نظم و غیرہ کی کتب آج کل بھی ملتی ہیں۔ اور یہ زبان بھی ایک ایسی زبان ہو گئی ہے۔ جو سنسکرت کی طرح صرف پنڈتوں کے پڑھنے کے لائق رہ گئی ہے۔ جو کہیں بولی نہیں جاتی۔ پالی بھاشا اسی قدیم پراکرت بھاشا کی ایک خاص شاخ ہے۔ مہاتما بڈھ کے ظہور کے وقت اغلباً پالی اور ماگدھی دونوں زبانیں ایک ہی تھیں۔ ماگدھی زبان میں تبدیلی پیدا ہو جانے سے ہندی۔ بنگالی۔ بہاری اور دیگر زبانیں پیدا ہو گئیں۔ اغلب ہے کہ گوتم کے وقت ان تمام حصوں میں جہاں جہاں ان کا گڈر ہوا۔ یہی اس جیسی کوئی اور زبان مروج تھی۔ بڈھ شا سنز کے اصلی گرنجھ اسی زبان میں ہیں۔ راجہ اشوک کے احکام جس زبان میں جاری ہوئے۔ اُس میں کچھ کچھ فرق ہونے پر بھی مولے طور سے وہ زبان پالی زبان ہی کہی جاسکتی ہے۔ ایک طرف سنسکرت اور دوسری طرف زمانہ حال کی پراکرت ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان پالی بھاشا ہے۔ یہ زبان بھی بھارت و ریش کی پُرانی زبانوں میں شمار کی جاسکتی ہے۔

پچھلے دنوں جب کہ کلکتہ میں مہا بڈھی سوسائٹی کی طرف سے پالی زبان کی تسلیم دینے کے لئے ایک سکاؤل قائم کرنے کی تجویز پیش ہوئی تھی۔ اس کی تائید کرنے وقت ٹھری ٹیت سٹیش چندر وڈیا بھوشن نے جو اپنی رائے ظاہر کی تھی۔ وہ تمام تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے ایک نہایت قابل غور امر ہے۔ ان کا بیان ہے کہ "اس میں کچھ بھی شک

نہیں۔ کہ اگر علم زبان۔ روحانی علم۔ ابتدائی بڈھ۔ دھرم کے اصول و عقائد۔ بڈھ دیوجی کی زندگی کے حالات اور اُپدیش (ہدایات) اور اُس زمانہ کے ہندوستان کے تواریخی اور سوشیل (سماجک) حالات غرضیکہ ان میں سے کسی ایک کے بارے میں پورا پورا علم اور واقفیت حاصل کرنا چاہو۔ تو پالی زبان کا سیکھنا اور اُس میں قابلیت حاصل کرنا نہایت ضروری ہے۔ جب کہ پالی بھاشا کا پراکرت اور سنسکرت کے ساتھ ایسا نزدیکی تعلق ہے۔ تو کم از کم ہندوں کے لئے اس کا سیکھ لینا چند مشکل نہیں ہے۔

سنسکرت کے بگڑ جانے سے جو تمام پراکرت زبانیں پیدا ہوئی ہیں انہوں نے آریہ ورت کے مختلف حصوں میں مختلف صورتیں قبول کی ہیں۔ مروجہ آریہ زبانوں کی مفصلہ ذیل جماعت بندی کی گئی ہے:-

زا مغربی شاخ

۲۵۹۰۰۰۰	سندھی	} شمال مغربی جماعت
۴۰۹۰۰۰۰	کشمیری	
۱۶۶۲۰۰۰۰	پنجابی	} (ب) وسط مغربی جماعت
۱۰۰۹۰۰۰۰	گجراتی	
۱۳۱۵۰۰۰۰	راجپوتانی	
۳۵۸۲۰۰۰۰	ہندی	
۸۲۲۳۰۰۰۰	میزال	

میزان صفحہ ۸۴۳ ۸۴۳۰۰۰۰

۱۱۵۰۰۰۰ پہاڑی

۳۰۲۰۰۰۰ نیپالی

(ج) شبانی جماعت

(۲) مشرقی شاخ

۲۰۰۰۰۰۰۰ ویشواری

۳۰۰۰۰۰۰۰ بہاری

(د) وسط مشرقی جماعت

۱۸۹۳۰۰۰۰ مرہٹی

(ر) جنوبی جماعت

۴۱۳۴۰۰۰۰ بنگالی

۱۴۴۰۰۰۰ آسامی

(س) مشرقی جماعت -

۹۱۰۰۰۰۰ اڑیا

میزان کل ۲۰۹۲۲۰۰۰۰

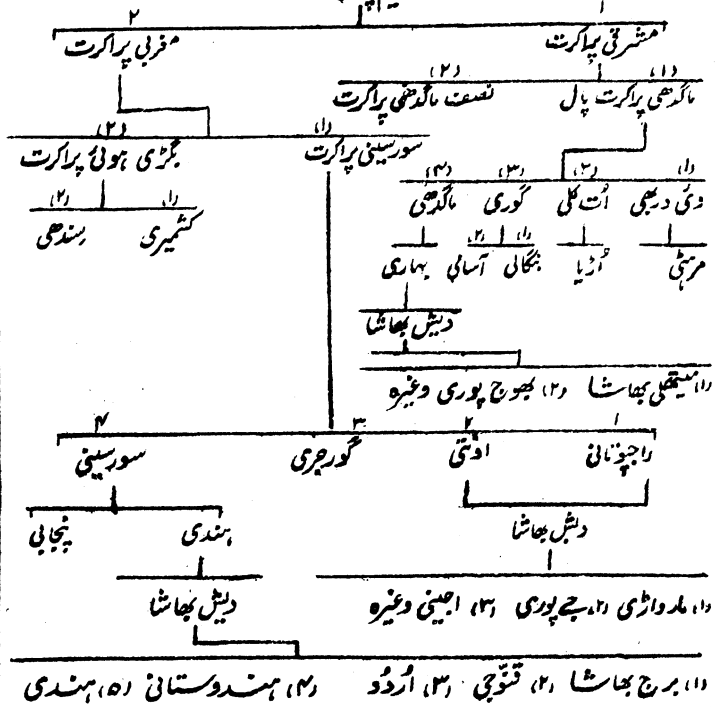
ان تمام زبانوں کی تہ میں جو پراکرت زبان ہے۔ اس نے بھی ایک ایک صوبہ کے لحاظ سے مختلف صورتیں قبول کی ہیں مثلاً آریہ ورت کے مشرقی حصے (جنوبی بہار) میں یہی پراکرت "پالی اور ماگدھی" اور مغربی حصہ یعنی گنگا اور جمن کے درمیانی حصہ میں "سورسینی" بن گئی ہے۔ اور ان دونوں صوبوں کے وسط میں جو زبان مشمل ہے۔ وہ ان دونوں زبانوں کے ساتھ مل جانے سے "نصف

ماگھی "کسلانے لگی۔ اور ان زبانوں کے علاوہ مغربی شمالی حصہ میں جو زبان مستعمل ہے۔ وہ "بگڑی ٹنگڑی" زبان کہلاتی ہے۔ پراکرت کے ان چار حصوں سے ہی مروجہ تمام دیہاتی زبانیں نکلی ہیں۔ دیگر پراکرت زبانوں کے ساتھ پالی زبان کا کیا تعلق ہے۔ ذیل کے شجرہ سے بخوبی ظاہر ہوگا:-

بھارت و کشش کی آریہ بھاشا کا شجرہ

دیدک سنسکرت

قدیم پراکرت



آٹھواں باب

اشوک کا آخری وقت اور دنیا کی ناپائنداری کا دردناک نظارہ

اشوک تخت نشینی کے بارہویں سال اس کی پیاری رانی اسندھ مترا کا انتقال ہو گیا۔ اس رانی کا بڑھ دھرم پر نہایت پختہ یقین تھا۔ اور دھرم کے کاموں سے اسے بہت رغبت تھی۔ اس رانی نے اشوک کو مذہب کے پھیلائے میں بڑی مدد دی تھی۔ اس کی موت کے چار سال بعد راجہ نے ایک اور خوبصورت مگر بے اصولی اور گری ہوئی عورت سے جس کا نام تشیہ رکشتا تھا۔ شادی کی ۶

روایت ہے۔ کہ اشوک ہر روز مذہبی درخت کے نیچے جا کر بیٹھا کرتا تھا۔ اور وہاں گیسان دھیان میں لگن رہتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر اُس کی رانی تشیہ رکشتا سے نہ را گیا۔ چنانچہ اُس نے پوشیدہ طور پر آدمیوں سے بُدھی درخت کٹوا کر کہیں پھینکوا دیا۔ جب وہ سرے دن حسب دستور راجہ وہاں گیا۔ تو اُس نے دیکھا۔ کہ درخت کا نام و نشان ہی کہیں نہیں۔ اگر اس کے دل کی پیشتر کی سی حالت ہوتی۔ تو یہ رنگ دیکھ کر اُس کے غیظ و غضب کا پارہ کئی درجے چڑھ جاتا۔ پر اب اس کے خیالات میں تبدیلی پیدا ہو چکی تھی۔ اور اُس کا دل آچار پر اُپ گپت کے اُپریش سے شانت۔ فرم اور دھیما ہو چکا تھا۔ اُس نے

غیظ و غضب کا ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نکالنا مناسب خیال نہ کیا۔ بلکہ درخت مذکور کے کاٹے چالے کا رنج دل ہی دل میں محسوس کرتا رہا۔ مشہور ہے کہ اشوک اس وقت تک بے چین رہا۔ جب تک وہ درخت دوبارہ پھوٹ کر برگ و بار نہ لایا۔

راجکمار کنال

راج اشوک کا ایک لڑکا رانی پدماوتی میں سے تھا۔ جس کا نام کنال تھا۔ اس کی آنکھیں ایسی خوبصورت تھیں۔ کہ جو دیکھتا وہی فریفتہ ہو جاتا۔ چھوٹی عمر میں ہی ایک لڑکی سے جس کا نام کاجن تھا۔ اس کی شادی ہو گئی۔ مگر چھوٹی عمر سے ہی اس کا دل دنیا سے متنفر ہو گیا تھا۔ اور اس کی طبیعت راج کاج کی طرف راغب نہ تھی۔ یہ ہمیشہ دھرم ہی کے متعلق بات چیت کرنے میں لگا رہتا تھا۔ راج اشوک کی رانی تشیہ رشتا کنال سے محبت کرنے لگی۔ اور اس نے اس نوجوان کو گمراہ کرنے کے لئے بہت کوشش کی۔ لیکن بڑے سے بڑے پرلوہن (ترغیب) میں پڑ کر بھی کنال نے اپنے دھرم کو نہ کھویا۔ اور اس نے رانی سے کہا کہ ”تم راج کی رانی ہو۔ اور میری ماں کے برابر ہو۔ میری طرف تم کسی دوسری نگاہ سے نہ دیکھو“

تشیہ رشتا جو کہ اپنے سوتیلے لڑکے راجکمار کنال سے اپنے جذبات کے قابو میں آ کر ناجائز تعلق پیدا کرنا چاہتی تھی۔ جب اپنے

ارادے اور خواہش کو پورا نہ کر سکی۔ تو کنال سے بدلہ لینے کی ٹھانی۔ انہی دنوں میں راجہ اشوک بیمار پڑا۔ اور رانی نے راجہ کی خطرناک اور بظاہر ناقابل علاج بیماری کی تکلیف زدہ حالت سے فائدہ اٹھا کر راجہ کے دل پر پورے طور پر اپنا قبضہ کر لیا۔ اور راجہ نے کچھ دنوں کے لئے اس رانی کو آزادانہ طور پر شاہی اختیارات استعمال کرنے کی اجازت دے دی *۔

راجہ اشوک نے اپنی بیماری کو لا علاج خیال کر کے حکم دیا کہ کنال کو بلایا جائے۔ میں اُس کو تخت نشین کرنا چاہتا ہوں۔ اب زندگی میرے لئے کس کام کی ہے؟ اُس کی رانی تشبیہ رشتا نے یہ معنی کر اپنے دل میں خیال کیا کہ ”اگر کنال تخت نشین ہو گیا۔ تو پھر میری خیر نہیں۔ چنانچہ اُس نے راجہ سے کہا کہ میں آپ کو تندرست کرنے کا ذمہ لیتی ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے۔ کہ آپ تمام ویدوں کو محل میں آنے جانے سے بند کر دیں۔ راجہ نے اُس کی درخواست کو منظور کر لیا۔ اس کے بعد رانی نے حکم دیا کہ اُس کے پاس کسی ایسے شخص کو لایا جائے۔ چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ لیکن اس کو ڈھی مرن ہو جو کہ راجہ کو ہے۔ چنانچہ ایسا اتفاق ہوا۔ کہ ایک آدمی کو جو کہ گڈریا تھا ڈھی بیماری تھی۔ گڈریے کی عورت نے اُس بیماری کا ڈگر کسی حکیم سے لیا۔ جس نے مریض کو دیکھنے کے بعد ایک مجرب نسخہ تجویز کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ رانی کا حکم سن کر وہ حکیم اس بیمار گڈریے کو رانی کے پاس لے گیا۔ رانی اُس مریض کو ایک علیحدہ اور پوشیدہ جگہ

میں لے گئی۔ اور وہاں لے جا کر اُس کا کام تمام کر دیا۔ جب اُس کا جسم چیرا گیا۔ تو رانی کو اُس کے معدے میں ایک بڑا بھاری کیڑا نظر آیا جس نے کہ جسم میں خرابی برپا کر رکھی تھی۔ رانی نے پسی ہوئی کالی مریچ اور لڑکے کیڑے پر ڈالا۔ مگر اُس پر اُس کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ پھر رانی نے پیاز کو کیڑے کے جسم کے ساتھ لٹکایا۔ جھونپی کہ پیاز اُس کے جسم کے ساتھ چھو۔ کیڑا فوراً ہی مر گیا۔ اور انتڑیوں سے باہر نکل گیا۔ تب رانی نے یہ باریت معلوم کر کے راجہ سے درخواست کی۔ کہ اگر آپ اپنی صحت چاہتے ہیں۔ تو پیاز کا استعمال کریں۔ راجہ نے جواب دیا۔ کہ "اے رانی! میں پیاز تو ہرگز نہیں کھاؤں گا۔" رانی نے جواب دیا۔ کہ "اے میرے پرانے پی! آپ محض اپنی جان بچانے کے لئے اس کو دوائی کے طور پر استعمال میں لائیں۔" تب راجہ نے پیاز کھایا۔ اور وہ کیڑا مر کر انتڑیوں سے باہر نکل گیا۔ اور راجہ کو بہت جلد آرام ہو گیا۔ اس طرح سے رانی نے اشوک کے دل پر قابو پا کر کنال سے بدلہ لینے کی ٹھیکرائی۔ اور اُس کے ہلاک کرنے کے لئے ایک چال چلنے کی نیت سے رانی نے اُس کو وائسرائے بنا کر نکسلا (پنجاب) میں انتظام کرنے کے لئے روانہ کر دیا۔

راجہ کمار نے نہایت ادب اور فرمانبرداری کے ساتھ جانا منظور کر لیا۔ اور جب وہ روانہ ہونے لگا۔ تو راجہ نے کہا۔ کہ اگر میری طرف سے کوئی حکم صادر ہو۔ تو اُس کو اُس صورت میں اہلی اور سچا خیال کرنا۔ جب کہ اُس پر میرے دانت کے دباؤ سے مہر

گئی ہوئی ہو۔ رانی کا حسد و بغض دن بدن بڑھتا گیا۔ چند ماہ بعد اس نے ایک مراسلہ تحریر کیا۔ جو کہ وائسرائے کے وزرا کے نام تھا۔ جو کہ نگہسلا میں تھے جس میں یہ درج تھا۔ کہ فوراً اس حکم کے پہنچتے ہی وائسرائے (یعنی کنال) کی آنکھیں نکال دو۔ اور اس کو معہ اس کی عورت کے پہاڑوں میں لے جاؤ۔ تاکہ وہ وہاں رہ کر ہلاک ہو جائیں۔

رانی نے مزے سے پریسرخ رنگ کی لاکھ سے سٹا ہی مہر نگادی۔ اور جب راجہ سویا ہوا تھا۔ تو تحفیہ طور پر اس کے دانتوں کو اس لاکھ پر لگا دیا۔ اور اس حکم نامہ کو نہایت سرعت اور تیزی کے ساتھ نگہسلا کی طرف روانہ کر دیا۔ وزرا نے جب حکمنامہ دیکھا۔ تو فہ حیران ہوئے۔ کہ کیا کریں۔ راجہ کے ان کو حیرانی میں دیکھ کر اس کی وجہ بتلانے پر مجبور کیا۔ چنانچہ وزیروں نے ڈرتے ڈرتے وہ حکمنامہ سنایا۔ اور عرض کی کہ آنکھیں نکال ڈالنے کی بجائے راجہ کو جیل خانے میں ڈال دیا جائے۔ اور اس بات کی اطلاع راجہ کو پہنچائی جائے۔ لیکن راجہ کے اس بات کو منظور نہ کیا۔ اور کہا کہ "اگر میرے باپ نے میری موت کے واسطے حکم دیا ہے۔ تو مجھے اس کا حکم ماننا چاہئے۔ اور ان کے دانتوں کی مہر سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ ٹھیک ان ہی کا حکم ہے۔ اس میں غلطی کا امکان نہیں ہو سکتا۔" تب راجہ کے ایک بے رحم اور سنگدل جلاذ کو حکم دیا۔ کہ "میری آنکھیں نکال ڈالو"۔

جب اس بے رحم جلاذ نے سنڈا سی سے اس کی دونوں آنکھیں ایک ایک کر کے نکال پھینکیں۔ تو اس دردناک نظارہ کو دیکھ کر لوگوں کے کلیجے پھٹ گئے۔ اور چاروں طرف شور و محشر برپا ہو گیا۔ لیکن راجہ کے

اُٹ تک نہ کی۔ اور نہ زبان سے آہ نکالی۔ بلکہ دونوں آنکھیں ہاتھ پر رکھ کر کہنے لگا۔ کہ ”اگر میری چپڑے کی یہ آنکھیں جاتی رہیں۔ تو مجھے اس بات کا مطلق افسوس نہیں۔ بلکہ اُلٹی راحت ہے۔ کیونکہ ان کے عوض مجھے رُو جاتی آنکھیں مل گئیں۔ اگرچہ راجہ نے مجھے جلاوطن کر دیا ہے لیکن میرا اصلی راجا دھرم ہے۔ جو میرا ساتھ کسی حالت میں بھی نہ چھوڑے گا۔“ جب راجہ مارکو یہ تپہ لگا۔ کہ اُس کی ساری مصیبت کی ہانی رانی ہے۔ تو اُس نے کہا۔ کہ ”مہا رانی نے میرے ساتھ بڑی نیکی کی۔ اس کا بھی بھلا ہو۔ یہ سچ ہے۔ کہ میری بیرونی آنکھیں جاتی رہیں۔ لیکن ان آنکھوں کی محرومی سے مجھے جس تحمل۔ رحم اور معافی کی تعلیم ملی ہے۔ اُس فائدے کے مقابل میں یہ نقصان کچھ بھی نہیں۔“

کنال بین بہت اچھی جاتا تھا۔ اور اسی کے ذریعہ سے کسی نہ کسی طرح اپنا گزارہ کرتا تھا۔ بہت عرصہ تک دیس بدیس گھومتا ہوا وہ ایک دفعہ پاٹلی پُتر (پٹنہ) شہر میں پہنچا۔ اور اُس کا لڈر راجہ کے محل کے نیچے بھی ہوا۔ دربان نے اُس کو ایک بھکھاری سمجھ کر وہاں سے نکال دیا۔ لیکن راجہ نے بین کی آواز سن کر اپنے بیٹے کو پہچان لیا۔ اور خوشی کے ساتھ اپنے پاس بلا لیا۔ جب راجہ کو مفضل حال معلوم ہوا۔ تو اُس کے غصّہ کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اور جس جس شخص نے اس کام میں حصّہ لیا تھا۔ سب کو مناسبت سزا دی۔ چنانچہ بعض افسروں کو نوکری سے خارج کیا۔ اور کئی شخصوں کو جلاوطن کر دیا۔ جب راجہ کو یہ معلوم ہوا۔ کہ رانی تشیہ رکشتا ہی اس جرم کی قصور دار ہے۔ تو بغیر کسی رستم کی

اور زیادہ تحقیقات کرنے کے اُس کو زندہ جلا دینے کا حکم دیا۔ مگر چونکہ کٹاؤ کی رُو جانی آہنکھیں کھُل چکی تھیں۔ اُس نے راجہ کے قدموں پر سر رکھ کر نہایت عجز و انکساری سے کہا۔ ”مہاراج! ایسا ہرگز نہ کیجئے۔ راستری ہتیا (عورت کا خون کرنا) ماں باپ (گناہ کبیرہ) ہے۔ تمھاگت (بڑھ) کی نصیحت ہو ”معافی ہی سب سے افضل دھرم ہے۔ معافی سے بڑھ کر اور کوئی عُوبی نہیں۔“ جس نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا ہے۔ میں اُس کو دل سے معاف کرتا ہوں۔ وہ مجھ کو سکھ دے یا دکھ۔ میرے نزدیک دونوں یکساں ہیں۔ ماما کے لئے میرے دل میں ویسی ہی محبت اور عزت ہے جیسی پہلے تھی۔ مجھے اندھا ہونے کا کچھ افسوس اور رنج نہیں۔ رانی نے جو میری آنکھیں نکلوا ڈالی ہیں۔ اس سے اُلٹا اُنہوں نے میرے ساتھ ایک نہایت ہی ہمدردی اور غمگساری کا کام کیا ہے۔ کیونکہ اسی وجہ سے میری رُو جانی آنکھیں کھُل گئی ہیں۔ اس لئے رانی کی جان نہ لیجئے۔ جس نے مجھے لا انتہا زندگی کی راحت بخشی ہے۔

تشبیہ رشتہ کی ایسی ہی اور کئی بیجا حرکتوں سے راجہ کی نرم طبیعت کو بہت صدمہ پہنچا۔ اور اس سبب سے راجہ کا دل ہمیشہ افسردہ رہنے لگا۔ اُس کا دوسرا لڑکا مہندر نیز اُس کی لڑکی سنگھ متر دونوں ہی اُس کی دُوسری رانی میں سے تھے۔ اور پہلی رانی (پدماولی جو کہ کنال کی ماں تھی) کے بطن سے نہ ہونے کے باعث تخت یا راج کے حقدار نہ ہو سکتے تھے۔ نیز اُن کو راج کی کوئی خواہش بھی نہ تھی۔ کیونکہ ان دونوں نے دھرم کی زندگی کو اختیار کر لیا تھا۔ اور دھرم پرچار (اشاعت مذہب) کے واسطے

سنگھریپ (لٹکا) کو چلے گئے تھے +
 راجہ کا بھائی دیت شوک بھی بھکشوؤں کی طرح اپنی زندگی بسر کرتا تھا
 اور انعام کے لالچ سے ایک آدمی نے اُس کا بھی سرکاٹ ڈالا تھا۔ اِس
 واقعہ کا ذکر پہلے درج ہو چکا ہے۔ ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ راجہ کا
 جسم کمزور ہوتا گیا۔ اور چونکہ راجہ کے کنبے میں کوئی بھی شخص ایسا نہ تھا جس
 کو وہ اپنا کہہ کر دکھاتا۔ اگر کوئی بھی اِس کا نزدیکی رشتہ دار تھا۔ تو وہ صرف
 کنال کے بیٹے سمپدی کی ایک جان تھی +

اِس لئے ایشوک کا دل ہمیشہ غمزدہ رہتا تھا۔ اور مختلف قسم کے فکرت
 اُس کے دل کو گھیرے رہتے تھے۔ آخر جب اُس کا دل بالکل ویراگ
 (ترک دنیا) کی طرف چُھک گیا۔ تو اُس نے بھکشو کی زندگی (یعنی سنیا س
 آشرم) اختیار کرنے کا ارادہ کیا۔ اِس کے بارے میں ایک عجیب
 و غریب کہانی کئی کتابوں میں پائی جاتی ہے۔ جو یہ ہے :-

ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ راجہ ایشوک نے اپنے گورو آچاریہ اپ گپت
 سے کہا۔ کہ بودھوں میں سے آج تک سب سے زیادہ دان کس نے
 کیا ہے۔ اپ گپت نے کہا۔ کہ انا تھ پندک نامی گریہتی نے + یہ لانا تھ
 پندک سراوستی شہر میں رہتا تھا۔ جب بڑھ مہاراج وہاں پر آئے۔
 تب اُس نے اُن کے رہنے کے لئے جیت بن نام باغ اُن سے حوالے
 کیا۔ بدھ مہاراج اپنے شیشتوں (شاگردوں) سمیت وہاں پر چار
 مہینے رہتے تھے +

یہ سنکر ایشوک نے پوچھا۔ کہ اُس نے آج تک کتنا دان کیا ہوگا

اُپ گپت نے کہا۔ کہ سو کروڑ سونے کی مہریں۔ اس پر اشوک نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ میں بھی سو کروڑ سونے کی مہریں دیتا ہوں۔ یہ لیجئے میں نے آج تک ہزاروں سٹوپ اور بہار قائم کئے ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک سٹوپ کے لئے میں ایک ایک لاکھ مہریں دیتا ہوں۔ اور اسی طرح جہاں ساکی منی گوتم نے جنم لیا۔ اور جہاں وہ بڑھ بنا۔ اور جہاں اُس نے نروان پد کو حاصل کیا۔ ان تمام مقدمات کے لئے بھی میں ایک ایک لاکھ مہر دیتا ہوں۔ اور میری یہ استدعا ہے۔ کہ چار مہینے کے لئے تمام بھکشو مرد اور عورتیں میرے ہاں آ کر میری مہمانی قبول کریں۔ اس کام کے لئے میں چار لاکھ مہریں نکال رکھتا ہوں۔ اور ہمیشہ کے لئے تین ہزار بھکشوؤں کی پرورش کرنے کا بھی میرا خیال ہے۔ اسی طرح سے جس قدر میری اپنی۔ میری عورت اور میرے لڑکے کی جائداد ہے۔ میں وہ بھی تمام دان کرتا ہوں۔ اس طرح سے کل میں نے ۶۶ کروڑ سونے کی مہروں کا دان کیا ہے۔

یہ کہہ کر راجہ کچھ وقت کے لئے چپ ہو رہا۔ اس کے بعد اُس نے اُپ گپت سے کہا۔ کہ میں اب بہت عرصے تک زندہ نہیں رہ سکتا۔

گپت
 مہاراج کی علالت طبع کا حال سن کر پردھان (وزیر) راتھوا گھبرا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا ہوا۔ اور یہ دیکھ کر کہ راجہ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں۔ پر نام کر کے چپکے سے بیٹھ گیا۔ پردھان کو دیکھ کر اشوک نے کہا کہ راتھوا گپت دھن۔ راجہ سنساران کو چھوڑ کر میں نے آخر جانا ہی پڑ

اس لئے اس وقت ان کو چھوڑتے ہوئے مجھے کوئی رنج محسوس نہیں ہوتا۔ لیکن اگر مجھے رنج ہے۔ تو اس لئے کہ جو سنگھ میں بنے قائم کئے ہیں۔ اُن کو میری جدائی دو بھر اور شاق گزریگی۔ اور اب اُن کی مدد کرنے والا کوئی نہیں رہیگا۔ رادھا گپت تم کو معلوم ہی ہے۔ بڑھ دھرم کی اشاعت کے لئے سو کروڑ سونے کی مہریں دان لینے کا میں نے ارادہ کیا تھا۔ لیکن اُس ارادہ کو میں اب تک پورا نہیں کر سکا۔ اور یہی بات مجھے تکلیف پہنچا رہی ہے۔ ۹۶ کروڑ غروں کا انتظام تو میں نے کر لیا ہے۔ لیکن چار کروڑ ابھی اور چاہئے +

سمپدی کی بدسلوکی

گنال کا بیٹا سمپدی اب یووراج (یعنی راج کا مالک) قرار پا چکا تھا جب وزیروں نے دیکھا۔ کہ راجہ اشوک نے اپنے خزانے کو یوں خرچ کر دیا ہے۔ تو وہ بہت گھبرائے۔ اور ڈرتے ہوئے جا کر یووراج سے کہنے لگے۔ کہ مہاراج! بڑے مہاراج (یعنی راجہ اشوک) تو اب چند دن کے مہمان ہیں۔ لیکن آپ نے ابھی بہت عرصہ تک راج سنبھل بھوگ کرنا ہے۔ مہاراج اشوک نے اپنا تمام دھن مال گنٹ رام (آچار یہ اُس گپت کا مٹھ) کی طرف بھیج کر خزانہ خالی کر دیا ہے۔ اس کو روکنا اور دُور کرنا اب آپ کے لئے مناسب اور واجب ہے۔ "یہ سفیر سمپدی کے دل میں لالچ پیدا ہوا۔ اس نے فوراً منتری (وزیر) کو حکم دیا۔ کہ آئندہ راج کو کش (خزانہ) سے ایک

پہلے بھی میرے حکم کے بغیر کسی کو نہ دیا جائے۔ اشوک ہر روز سونے کے برتنوں میں ناشتہ کیا کرتا تھا۔ اور وہ برتن ہر روز گلٹ رام کو بھیج دئے جاتے تھے۔ لیکن اب منتری سونے کے برتنوں کی جگہ چاندی کے برتن دینے لگا۔ اشوک نے حسب معمول ان کے ساتھ بھی وہی سلوک روا رکھا یعنی اب وہ ان چاندی کے برتنوں ہی کو کھانا تناول کرنے کے بعد وہاں بھیج دیا کرتا تھا (کچھ عرصہ کے بعد چاندی کے برتن بھی آئے بند ہو گئے۔ اور اشوک سا عظیم الشان راجہ مٹی کے برتن میں بھوجن کرنے لگا۔

ایک دن راجہ کی کیفیت حال معلوم کرنے کے لئے منتری راجہ کے پاس آیا۔ تب راجہ نے ہاتھ میں آدھا املہ لے کر کہا۔ کہ منتری جی۔ اس ملک کا راجہ کون ہے؟ منتری حیران ہو کر اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ ہمارا راجہ! اس بات کا کیا مطلب۔ یہ راجہ تمام آپ ہی کا ہے۔ یہ جو اب سنسکر راجہ کی آنکھوں میں آنسو بھرائے۔ اور وہ کہنے لگا۔ سچ ہے کیا میں تخت سے اتار نہیں دیا گیا۔ کیا راجہ اب میرے قبضہ سے جاتا نہیں رہا۔ یہ دیکھو۔ اس آٹے کے آدھے ٹکڑے کے سوائے اب میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ لعنت ہے ایسے دنیاوی راجہ پر۔ قف ہے اس دنیاوی حکومت پر جو سمندر کی لہروں کی مانند آتی ہے۔ اور چلی جاتی ہے۔ میں تو ہوں اوروں کا راجہ۔ لیکن دکھ اور سچ نے اپنا راجہ میرے اوپر جمایا ہوا ہے۔ جس نے تمام زمین کا لگانا راجہ کیا۔ بیشمار لڑائیوں میں فتح حاصل کی۔ ہزاروں دشمنوں کے تباہ کو توڑا۔ اور لاکھوں غریب بکسیوں کی پرورش و حفاظت کی۔ وہی راجہ آج تخت سے محروم

ہے۔ اور رنج و تکلیف میں اپنی زندگی کے باقی دن کاٹ رہا ہے۔ اس سے زیادہ شومی قسمت کی مثال اور کیا ہوگی۔ پھول جب تک درخت میں لٹکے ہوں۔ اُن کی خوبصورتی قائم رہتی ہے۔ لیکن زمین پر گرتے ہی اُن کی تمام نفاست خاک میں مل جاتی ہے۔ یہی حال میرا ہے۔ اس وقت میں اس پھول کی مانند ہوں۔ جو زمین پر گرا ہوا ہے۔ جس میں خوشبو نہیں ہی۔ اقا نہیں کی خوبصورتی دُور ہو گئی ہے۔ اور اب تروتازگی اور خوبصورتی کی جگہ پر کڑا اور بدصورتی نے لے لی ہے۔ اس حالت میں پڑا ہوا میں اپنی باقی کی زندگی گزار رہا ہوں۔ اس کے بعد اس نے ایک اور شخص کو پاس بلا کر کہا۔

”اے عزیز! اگرچہ اس وقت میرے ہاتھ میں عمان سلطنت نہیں۔ اور میں کچھ حکم نہیں دے سکتا۔ تاہم کسی سے کچھ استدعا کرنے میں کئی نقصان یا عرج نہیں۔ یہ میری آخری درخواست ہے۔ اس کو تم ازراہ مہربانی منظور کرو۔ یعنی تو گکٹ رام میں جا اور وہاں آچار یہ جی (آپ گھٹت) کو میرا پر نام عرض کر کے اور اس آدھے آئلہ کو اُن کے قدموں پر رکھ کر اُن سے کہنا کہ بس اب مہاراج اشوک کی شان و شوکت کا اتنا ہی حصہ باقی بچ رہا ہے۔ اور وہی اُنہوں نے آپ کے چرنوں میں ارپن (ارسال) کر دیا ہے۔ مناسب ہے۔ کہ اس پھل کا حصہ سب سنگھ میں سے ہر ایک کو ملے۔“

پر پھتوی ان اور مرتیو

(راج کو خیرات کر دینا) (موت)

پھر رادھا گپت کی طرف دیکھ کر اشوک نے کہا کہ "منتی ارج (وزیر اعظم) اس ملک کی گدی پر اب کون راج ہے۔" رادھا گپت نے پیشتر کی مانند پھر قوی جواب دیا کہ ہمارا راج آپ ہی ہمارے مالک ہیں۔ یہ سن کر اشوک اپنے آسن پر بیٹھ گیا۔ اور آسمان کی طرف اور اس کے بعد چاروں طرف نگاہ دوڑا کر کہنے لگا۔ "آج میں اس نئی نئی لعل و جواہر سے پھر پور زمین کو بدھ سنگھ کے محلے کرتا ہوں۔ یعنی اُن کو دان دیتا ہوں۔ اور آشا (امید) کرتا ہوں۔ کہ اس نیک کام کا عوض مجھے آگے ملے۔ یہ میری خواہش نہیں۔ کہ اگلے جنم میں مجھے حکومت یا تاج و تخت ملے۔ اور نہ یہ خواہش ہی ہے۔ کہ مجھے اندر کی جگہ نصیب ہو۔ اور نہ میری موت ہی ہے۔ کہ میں برہم لوک (سڑک) کو حاصل کروں۔ نہیں۔ اس پر پھتوی (زمین) کا راج پانی کے بیلے کی مانند ہے۔ جو کہ بنتا ہے۔ اور بھٹ ٹوٹ جاتا ہے۔ فقط اگر کوئی راج دیر پا رہے۔ تو وہ آمت کا راج یعنی راج ہے۔ یہ کہہ کر رادھا گپت کو تمام پر پھتوی کا دان پتیر کا غذا یا دستاویز جس پر یہ لکھا جاتا ہے۔ کہ فلاں فلاں چیزیں میں نے دان میں فلاں شخص کو دے دیں (لکھ لائے کے لئے کہا۔ دوسرے دن جب وہ دان پتیر تیار ہو گیا۔ تو اس پر اس نے اپنے دستخط کئے اور اس کو گٹ نام کو بھیج دیا۔ ادھر یہ پتیر یا دستاویزیں آچار یہ

پاس پہنچیں۔ عین اسی وقت ادھر راجہ اشوک نے اس جہان فانی سے
کوٹھج کیا۔ اور عالم بفت کا راستہ لیا +

اشوک کے آخری سنسکار کے ختم ہونے کے بعد راجا گپت
نے سب کو جمع کر کے کہا۔ کہ ہمارا راج اشوک نے نٹو کر ڈھسوںے کی
مہریں ان کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس میں سے ۹۶ کروڑ نو دی گئی ہیں
لیکن یہ خیال کر کے کہ یہ آرزو یو وراج کے ذریعہ سے پوری ہونے کی کوئی صورت
نہیں دکھائی دیتی۔ راجہ نے تمام زمین کو دان کر دیا ہے۔ اب ہم کو ایک کام
کرنا چاہئے۔ یہ کہ یہ چار کروڑ مہریں سنگھ کو دے کر اس سے راج کو داس
عزیز کر لیں۔ راجا گپت کی یہ تجویز تمام کو پسند آئی۔ اور جلد ہی اس پر عمل
کیا گیا سنگھ سے راج کو عزیز لینے پر اشوک کے بعد یو وراج ہمہ دی
گدی پر بیٹھا +

اشوک کی نسل کے راجہ

دشنورن میں لکھا ہے کہ اشوک و سمپدی د بھر پستی کے بعد
گدھ دیش کے تخت پر مور یہ دیش (خانمان مور یہ) کے چھ راجاؤں
سے راج کیا۔ ان کے نام یہ ہیں :-

(۱) سولیش (۲) دشرتھ (۳) سنگت (۴) شانی شک (۵) سوم

شرمن (۶) بہرہ درتھ +

آخری راجہ کو اس کے سینا پتی (سپہ سالار) پوشپ مہتر نے مار
ڈالا۔ اور نو دتخت سنبھال بیٹھا۔ یہ پوشپ مہتر بڑھ دھرم کا سخت

دشمن تھا۔ اشوک نے اپنے راج میں جتنی کوشش بڑھ دھرم کے پھیلائے کی تھی۔ اتنا ہی اس پوشپ مہتر نے اپنے راج میں اس کو برباد کیا۔ مثلاً بڑھ گیا کے مندر سے بڑھ کی مورتی نکلو کر اس کی جگہ شیو کی مورتی کھڑی کر دی۔ اور گلٹ راج کو تباہ کر کے اس میں رہنے والے بھکشوؤں کو بڑی بے رحمی قتل کیا۔ پوشپ مہتر کے بعد سنگ دنش کے راج پانچویں مہتر میں راج کرنے لگے +

اس کے آگے کچھ عرصہ کا حال کہیں نہیں ملتا۔ البتہ سالہا سال کی تاریخ کا پتہ نہ ملنے کے بعد ایک ایسے زمانے کا حال کھلتا ہے جس میں ایک راجہ آروکیشک نامی جو بڑا طاقتور فتح نصیب اور پرہیزگار تھا راج کیا کرتا تھا۔ اس نے اپنے عہد حکومت میں بڑھ دھرم کی بگڑی ہوئی حالت کو از سر نو سنبھالا۔ اور پھر ایک بار اس کا بھارت ورش (ہندوستان) میں تسلط جا دیا۔ اس کے زمانے میں ہی بڑھ دھرم کی چوتھی مہاسبھا قائم ہوئی تھی +



نواں باب

مہاراجہ اشوک کی سلطنت کی وسعت

اس وسیع مملکت کے حدود جس پر مہاراجہ اشوک نے تقریباً چالیس برس تک نہایت کامیابی کے ساتھ حکومت کی۔ یونانی اور لاطینی مؤرخوں کی تحسیروں اور خود اشوک کے کتبوں اور اس کی تعمیر کی ہوئی عمارتوں کے کھنڈرات اور روایات کی شہادتوں سے کافی صحت کے ساتھ اس طرح قائم کئے گئے ہیں۔

شمال و مغرب میں ہندو کش پہاڑ کا سلسلہ اُس کی قدرتی حد سمجھا جاتا ہے جس میں مغربی افغانستان اور کران بھی شامل تھے بشہرہ بل غزنی قندھار اور ہرات جو آج کل کابل کی حکومت میں ہیں۔ مہاراجہ چندر گپت کی سلطنت میں شامل تھے۔ جو اشوک کو وراثت میں ملی۔ کشمیری اور نیپالی روایتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ علاقے بھی موریہ سلطنت میں شامل تھے۔ کہتے ہیں کہ سری نگر جو ریاست کشمیر کا بھی تک دار الخلافہ ہے۔ مہاراجہ اشوک نے بسایا تھا۔ اور وہاں کے مؤرخ بہت سے کھنڈرات کی نسبت کہتے ہیں۔ کہ وہ اشوک کے تعمیر کئے ہوئے مکانات کے ہیں۔ اور وہ یہ بھی بتلاتے ہیں کہ اشوک کا ایک لُج کنور جلوک نامی کشمیر کا صوبہ دار تھا۔

کشمیر کا سلطنت مورہ میں شامل ہونا ہیون سانگ کی ایک روایت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ ہمارا چاشوک نے ۵۰۰ء آرام گاہیں بھکشوؤں کے لئے بنائی تھیں۔ اور یہ ملک بھکشوؤں کی جماعت کو دان کر دیا تھا۔

نیپال کی ترائی کا اُس سلطنت میں شامل ہونا انگلیڈ اور رومنڈی کے ستون کے کتبوں سے صاف ظاہر ہے۔ مگر علاوہ اس کے اس کی چند یادگار عمارتیں جو ابھی تک اس علاقہ میں موجود ہیں۔ اس بات کا ادبھی ثبوت ہیں۔ ہمارا چاشوک نے جو یا ترا (سفر) اپنے ۲۱ ویں سنہ جلوس میں بدھ مذہب کے متبرک مقاموں کی زیارت کے لئے کی تھی۔ اس میں وہ صروت کپیل دستو تک ہی نہیں گیا تھا۔ بلکہ اس سے آگے چوریا گھانی میں جس کا دارالخلافہ اس وقت منو پتن (جس کی جگہ اب کھٹ مانڈو ہے) پہنچا تھا۔ اور اس نے وہاں پہنچنے کی یادگار اور اپنی فیاضی کے اظہار کے لئے چند شاہی یادگاریں قائم کرائیں اور ایک نئے شہر کے آباد کرنے کی تجویز کی تھی۔ پتن بھت گاؤں اور کرنی پور جو پھیلے زمانے کے مختلف اوقات میں یکے بعد دیگرے اس پہاڑی صوبہ کے دارالخلافہ ہوتے رہے ہیں۔ اس وقت موجود نہیں تھے۔ اشوک نے اپنے نئے شہر کے لئے ایک ٹیلہ جو ٹرائے دارالخلافہ سے قریباً دو میل جنوب مشرق کو تھا۔ تجویز کر کے اس پر وہ شہر بسایا تھا۔ جسے اب لت پتن کہتے ہیں۔ اور اس کے ٹھیک ہیچوں بیچ ایک مندر تعمیر کرایا۔ جو ابھی تک محل یاد بار کے نزدیک جنوب کی طرف

موجود ہے۔ اور شہر کے ہر چار طرف شمال جنوب مشرق مغرب کے
مقابل چار بڑے نصف دائرہ کی شکل کے سٹوپ بنوائے جو آج تک
مقام ہیں +

للت پتن میں دو چھوٹے مٹھ اور ایک مندر بھی اشوک کا بنوایا ہوا
بستلاتے ہیں +

ہمارا جہ اشوک کے ساتھ اس یا ترا میں اسس کی ایک راج کنواری
چاروتی بھی تھی۔ اُس نے اپنی زندگی دھرم کے لئے وقت کر دی۔ اور
ادوہ نیپال ہی میں رہ گئی۔ اُس نے عورتوں کے لئے ایک سنگھ آرام
پسوتی نامتھ میں جو کھٹ مانڈو سے ایک یا دو میل شمال کی طرف ہے
بنوایا۔ اور خود اُس میں رہنے لگی تھی۔ جو ابھی تک اُس کے نام سے
مشہور ہے +

بُھہ لوگوں کی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بندرگاہ تملتی تھی جس
کو اب تم لوک کہتے ہیں، اور جو ضلع میدنا پور میں کلکتہ سے ۳۵ میل ہجو
جہاں پر لنگا کے مسافر جہازوں سے اُتر آتے تھے۔ موریر سلطنت میں
شامل تھا۔ اور اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے۔ کہ ہمارا جہ چندر گپت
نے مہاند سے جو علاقہ بنگال کا پھین لیا تھا۔ اس میں غالباً تملتی تھی شامل
تھا۔ مگر کنگا کی ریاست جو ضلع بنگال کے کنارے شمال میں مہاندی تک
اور جنوب میں شاید ملی کٹ تک پھیلی ہوئی تھی۔ اشوک کے زمانہ
تک خود مختار تھی ہمارا جہ اشوک نے اپنے نوں سنہ جلوس میں اس
کو فتح کر کے اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ اور رُودرن کے

کتبہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کاٹھیاوار کا جزیرہ نما پہلے ہی سے اس سلطنت میں شامل تھا۔ پس اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مہاراجہ اشوک کی مملکت کی حد شرقاً غزنا سمندر سے سمندر تک تھی۔ اور اس کی جنوبی حد (جیسا کہ سدا پور کے کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے) چولا۔ پانڈیہ اور کرل کی مشہور ریاستوں تک پھیلی ہوئی تھی ❖

پس موریہ سلطنت کی جنوبی حد شرقاً غزنا ایک خط پانڈی پجری اور کناور کے درمیان کھینچ دینے سے قریباً صحیح قائم ہو جاتی ہے ❖
اور اس خط کے شمال میں کوہ ہمالیہ اور ہندوکش تک تمام ٹنک میں اشوک کی حکومت تھی ❖

چول (چولا) کا دار الخلافہ ان دنوں اُرسے پُرترچپالی کے قریب تھا۔ اور جنوبی جزیرہ نما کے جنوب مشرق میں یہ ریاست تھی۔ پانڈیہ کی راجدھانی اور زیادہ جنوب کی طرف بڑھ کر مدورا میں تھی۔ اور ساحل مالا بار کا مشرقی گھاٹ اور اس کنارے کے درمیان کا حصہ کرا کھلتا تھا ❖

اس سلطنت کی وسعت کا ثبوت خود اشوک کے کتبے ہیں۔ جو پتھر کے ستون اور پہاڑ کی چٹانوں پر جا بجا ابھی تک موجود ہیں۔ اور نیز وہ یادگار عمارتیں بھی جن کا ذکر ہیون سانگ نے اپنے سفر نامے میں کیا ہے۔ اس کی وسعت کا بہت بڑا ثبوت ہیں ❖

مہاراجہ اشوک کے پہاڑی چٹانوں پر کھدے ہوئے فرمان جو کہ کوہ ہمالیہ، پنجاب، بنگالہ۔ میسور اور بھیرہ عرب کے نزدیک مقامات میں بھی تک موجود ہیں۔ اس کی سلطنت کی وسعت کی تائید کرتے ہیں۔ اور نیز وہ

یادگار عمارتیں جن کو ہیون سنگ اپنے سفر نامہ میں آج اشوک کی تعمیر کی
 ہوئی بتلاتا ہے۔ اس کا ثبوت دیتی ہیں +

ہیون سنگ نے علاوہ بہت سی عمارتوں کے جو روایتاً مہاراجہ
 اشوک کے عہد حکومت سے منسوب کی جاتی ہیں۔ قریباً ۱۳۰ ستوپ کو
 تفصیل وار اشوک کے بنائے ہوئے بتلایا ہے۔ اگرچہ بعض ان میں سے
 خود مختار علاقوں میں بھی تھے جو ضرور وہاں کے حاکموں کی اجازت سے
 تعمیر کئے گئے ہوں گے مگر زیادہ تر اُس کے اپنے ہی صوبجات کے اندر
 تھے۔ ان میں سے تین ستوپ اس ملک میں بتلائے ہیں۔ جس کو اب
 افغانستان کہتے ہیں۔ پہلو سار ستوپ ۱۰۰ فٹ اونچا کیس میں تھا۔ اوڑ
 پتھر کا ایک عجیب ستوپ ۳۰۰ فٹ اونچا نہایت خوبصورتی سے تراشا
 ہوا جلال آباد کے قریب نگر بار کافر تھا۔ ایک مشہور ستوپ سوات میں
 اور تین ملکسلا میں تھے۔ چار ستوپ مہاراجہ اشوک کے تعمیر کئے ہوئے
 کشمیر کی راجدہانی کے زینت تھے

کلنگ۔ اڑیسہ۔ سم تہ کی راجدہانی (غالباً سندھ بن میں) تمل
 پتی (تم لوک) میں اور مشرقی گھاٹ پر مہاراجہ اشوک کے تعمیر کئے ہوئے
 ستوپ بتلائے گئے ہیں۔ ہندوستان کے مغرب میں دہلی جو گجرات
 میں ہے۔ اور صوبہ سندھ مع اُس کے باجگذار علاقوں کے مہاراجہ اشوک
 کی بنوائی ہوئی یادگار عمارتوں سے مالا مال تھا۔ رودردن کے کتبہ سے
 معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس کے کاٹھیا واڑ کے پارسی گورنر نے ایک
 نذر گزار حبیل سے نکالی تھی۔ جس کی تجویز مہاراجہ چندر گپت کے وقت

میں ہوئی تھی۔ اور صوبہ ارے کو شیا (تسوکت) میں جس کی راجدھانی غزنی کو قرار دیتے ہیں۔ دس ستوپ اس مہاراجہ کے بنوائے ہوئے تھے۔ جنوب میں اس نے ایک ستوپ دراد کی راجدھانی میں جس کو اب کابجی ورم کہتے ہیں۔ بنوایا تھا۔ اور ایک ستوپ اندھر کی راجدھانی میں جو مدراس سے ۲۴ میل جنوب مشرقی کو ہے تعمیر کرایا تھا۔ ان فرماؤں میں سے جن میں مہاراجہ اشوک نے انیکسو سیریا کے بادشاہ کو اپنا دوست بتلایا ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کی مملکت کی شمالی مغربی حد کوہ ہندوکش تھی۔

پس مندرجہ بالا بیانات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ مہاراجہ اشوک کی سلطنت بارہ درجہ عرض بلد سے ہمالیہ تک تھی جس میں نیپال کشمیر اور رسوات کی گھاٹی مع اس کے ملحق علاقوں کے اور صوبجات یوسف زئی اور سندھ اور بلوچستان بھی شامل تھے۔

اس سے پہلے کبھی کسی راجہ یا مہاراجہ کی سلطنت اتنی وسیع نہ تھی اور نہ اس کے بعد کسی حکمران کو یہ شان و شوکت نصیب ہوئی۔ یہی سبب ہے کہ اشوک کو ہندوستان کا آخری چکرورتی راجہ (شہنشاہ) کہا جاتا ہے۔ لیکن اس کا نام تاریخ میں ستھری حروف میں لکھے جانے کی یہی کیلی وجہ نہیں۔ کہ اس کی بادشاہت بہت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی بلکہ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ اس نے ایک نئے دھرم کے سامنے سر جھکا کر اپنی رعیت کو اس نئے دھرم میں شامل کرنے۔ اس دھرم کی اشاعت کو ترقی دینے۔ اس دھرم میں کامل یقین اور بھروسہ رکھنے

اور کئی اعلیٰ اعلیٰ کام کرنے سے ایسا نام پیدا کیا ہے۔ کہ ہزار برس گزر جانے پر بھی آج تک اُس کا نام نہایت عزت و احترام کے ساتھ یاد جاتا ہے۔

بُدھ راجاؤں کا پھیلنا راجہ

اشوک کے بعد گدھ دیش کی شان و شوکت جاتی رہی۔ اور اندھ دیش کے راجاؤں کو فروغ ہوا۔ اور ساڑھے چار سو برس تک اُن کا راجہ رہا۔ شمالی ہندوستان میں اج کنشک ۷۸ برس بعد مسیح کے ہوا۔ اور اُس کا راجہ کابل سے یارتند اور آگرہ اور گجرات تک تھا۔ اسی زمانہ کے قریب ہندوستان پر یونان و توران و کابل اور قندھار کے لوگوں نے حملہ کیا۔ مگر کوئی اور پتہ اُن کے حالات کا نہیں ملتا۔ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ علاوہ بگرامجیت کے سمت اور شالیواہن کے شاہی کے گپت نام سے بھی ایک سمت جاری تھا۔ یہ سمت گپت راجاؤں نے چلایا تھا۔ اور وہ سنہ عیسوی سے ۳۱۹ منہا کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔

ان راجاؤں کی تاریخ سکھوں سے معلوم ہوئی ہے۔ اور الہ آباد میں جو اشوک کی لاٹ ہے۔ اُس سے یہ پتہ لگتا ہے۔ کہ یہ لوگ بھی ایک مرتبہ کل ہندوستان کے راجہ تھے۔ اور سو برس تک اُن کی حکومت رہی اس زمانہ میں ملک میں بڑی تجارت تھی۔ دودو ستلو ملاحوں کے جہاز ہندوستان سے دوسرے ملکوں کو جاتے تھے۔ اور ملاح سورج و چاند اور ستاروں کی گردش سے جہازوں کو چلاتے تھے۔ برہمن سوداگر سواترا۔ جادا اور چین تک پہنچے۔ جادا میں ہندو مذہب جاری

تھا۔ چنانچہ وہاں گنیش۔ درگا۔ شو وغیرہ کی مورتیں نکلی ہیں۔ سمندر میں چور
 بہت ہوتے تھے۔ لہذا اُس وقت میں سرسبز اور شاداب تھا۔ جیسا
 کہ اب ہے۔ جنگ دیش یعنی مشرقی بہار کا دارالخلافہ چمپا تھا۔ گیا باکل دیران
 ہو گیا تھا۔ مگر باپلی پتر یعنی پٹنہ بہت آباد تھا۔ وہاں پر بُدھوں کے رتھ
 چاترا کے میلہ میں بیس بیس رتھوں کی سواری بڑی دھڑم دھام سے
 چمکتی تھی۔ اور لوگ مورتوں پر ہار اور پھول وغیرہ چڑھاتے تھے۔ کپیل
 دستو جہاں بُدھ پیدا ہوئے تھے۔ باکل دیران ہو گیا تھا۔ اور کُشی نگر
 میں بھی جہاں وہ مرے تھے۔ بہت تھوڑی آبادی رہ گئی تھی +
 مہرا میں دریا کے دونوں طرف بُدھ مذہب کے سنگھ آرام
 یعنی مندر تھے۔ کہ جن میں تین ہزار پوجاری رہتے تھے۔ لوگوں کے اوپر
 راجہ کی طرف سے کوئی نیا دتی یا محصول لینے میں سختی نہیں ہوتی تھی۔ ملازموں
 کی تنخواہ پوری پوری دی جاتی تھی۔ راجاؤں کی طرف سے دان پتر کھدی
 ہوئی لوگوں پر دیئے جاتے تھے۔ اور بڑے بڑے آدمی بُدھ مذہب کے
 بہار یعنی آشرم بنا کر ان کے تعلق زمین کر دیتے تھے۔ یہ حالات فان ہین
 چین کے ایک سیاح کی تحریرات سے جو سنگھ میں ہندوستان
 میں آیا۔ معلوم ہوئے ہیں +

حصہ سوم مہاراجہ اشوک کی تحریریں اور فرمان تھپہ

دھرم کی زندہ طاقت سے انسان کے دل میں کس قدر حیرت انگیز تبدیلی ہو جاتی ہے۔ اشوک کی زندگی اس کی ایک زندہ مثال ہے۔ بد مزاج، سرکش، ظالم اور بے رحم اشوک جس نے بادشاہت کے لالچ میں پڑ کر اپنے رشتہ داروں اور لوہاقوں کو بھی اپنے ہاتھ سے قتل کرنے میں دریغ نہیں کیا تھا۔ نئی زندگی حاصل کر کے ایسی فراخ دلی انصاف اور مساوات کے ساتھ راج کرنے لگا۔ کہ جس کی مثال دنیا کی تواریخ میں کم ملتی ہے۔

ویشالی مہاسنگھ کے ۱۱۸ برس بعد یعنی ۲۵۹ء قبل مسیح اشوک نے بڑھ دھرم کو قبول کیا۔ اور آپ گپت بڑھتی سے دھرم کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے دلی لگاؤ اور سرگرمی کی وجہ سے بڑھ مذہب کو بہت ترقی حاصل ہوئی۔ اس نے بڑھ مت کو اپنے کل راج کا مذہب قرار دیا۔ اور اپنا نام پریر درشی (حبیب خدا) رکھا۔ اس نے کثرت سے چیتہ ستوپ اور دیگر ایسی تم کے مقدمات بنائے۔ کہ جن کے ذریعے بڑھ

مذہب کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی۔ یہ نشانات دو ہزار برس کے عرصہ میں بھی معدوم نہیں ہوئے۔ مگدھ راج میں چونسٹھ ہزار لاکھ بشو اس کے فرج سے پردہ ش پاتے تھے۔ اور ان کی رائے نگاہوں سے جن کو بہار کہتے تھے۔ یہ صفویہ اس قدر پڑ ہو گیا۔ کہ اس کا نام ہی بہار ہو گیا۔ اور یہی نام اب تک بھی چلا آتا ہے۔ روما کے شہنشاہ کانٹنٹائن رقسطنین کا عیسائی مذہب کے ساتھ جو تعلق ہے۔ مگدھ کے اشوک اعظم کا وہی رشتہ بدھ مذہب کے ساتھ ہے۔ اُس نے تمام ملک ہند میں بدھ مذہب کی منادی کے لئے ممنوعہ عہد کیا۔ نیز اُس نے بدھ مذہب کو محض اپنے کل راج کا ہی مذہب قرار نہیں دیا۔ بلکہ ملک ہند سے باہر بھی دھرم پر چارک پر چارک کے لئے روانہ کئے۔ بلگا سے جاپان تک۔ سائبریا اور منگولیا سے سیلون اور سیام تک جہاں جہاں بدھ مذہب کی شہرت پھیلی ہوئی ہے۔ وہاں تک ہی اشوک کا نام مشہور ہے۔

بدھ دھرم کے بہت سے تاریخی حصے کا انحصار فقط زبانی روایتوں پر ہے۔ ان کو دراصل "تواریخ" نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ان روایتوں میں قابل اعتبار باتیں بہت کم ملتی ہیں۔ ہاں اشوک کے پتھروں اور ستونوں پر کھدوائے ہوئے لکبتے اور اُس کے آدیش یعنی فرمان وغیرہ تاریخ دانوں کی نظروں میں درست ہونے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ زیادہ انہی تحریروں سے آج کل بدھ دھرم کی بھیک بھیک حالت معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے اگر ان کتبوں وغیرہ کے متعلق مفصل طور پر تحریر

کیا جائے۔ تو بے جا نہ ہوگا ❖

اس بات کا فیصلہ کرنا کہ یہ تحریریں اشوک نے کیوں لکھوائیں کچھ مشکل نہیں۔ دھرم اپدیشیوں کے ذریعہ سے جو کام کیا جاتا ہے۔ وہ فقط اسی زمانے تک ختم ہو جاتا اور محدود رہتا ہے۔ جس میں وہ کیا جائے اور زیادہ دیر تک نہیں رہ سکتا۔ اس بات کو مد نظر رکھ کر آئندہ نسلوں کی بہتری کے لئے چٹانوں پر اپنے احکام کھدوا کر اشوک نے اپنی دُور اندیشی کا بین اور اہل ثبوت دیا ہے۔ آج دو ہزار برس گزر چکے۔ خود اشوک کا نام بھی دنیا میں لوگوں کے لئے تقریباً گم ہو چکا ہے۔ لیکن اُس کی لکھوائی ہوئی بہت سی تحریریں باوجود آندھی۔ مینہ۔ بجلی وغیرہ آسمانی آفتوں اور باوجود سیٹھن۔ ایرانی۔ یونانی۔ مغل وغیرہ غیر قوم کے راجاؤں اور شاہوں کی چڑائیوں وغیرہ انسانی مصائب کے اپنی پوری طاقت کے ساتھ انسانوں کو اپدیش دینے کے لئے اپنے کام اور ارادہ پر رات دن کمر بستہ کھڑی ہیں ❖

ان تحریروں کے لئے جو جگہیں چنی گئی ہیں۔ اُس میں بھی اشوک کی دُور اندیشی عقل کا بین ثبوت ملتا ہے۔ بھارت و دیش (ہندوستان) کے گوشہ نشین و موجودہ زمانہ کی مٹی حد بندی اور شہروں کے جائے وقوع میں اختلاف پڑنے سے ان مقامات کی دُور فضیلت اب عام لوگوں کے خیال میں پورے طور پر نہیں آسکتی۔ ہم اوپر کہہ چکے ہیں۔ کہ اشوک کی بادشاہت کا دار السلطنت پاٹلی پتر تھا۔ اس شہر کا نام تک موجودہ زمانے کے نقشہ میں نہیں ملتا۔ تاہم میگستھنیس اور چینی سیاح کی تصنیف

کردہ کتابوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ موجودہ زمانے میں جس شہر کو
 پٹنہ کہتے ہیں۔ اسی کے نزدیک ہی کہیں پانلی پتیر بھی تھا۔ اغلب معلوم
 ہوتا ہے کہ دریائے گنگا کی بار بار طغیانی سے شہر بہ گیا ہوگا۔
 شہر پٹنہ صوبہ بہار میں ہے۔ اشوک کی حکومت کی حدود کا ذکر
 پہلے کیا جا چکا ہے۔ ان کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کا
 پایہ تخت پانلی پتیر تقریباً اس کی سلطنت کے عین بیچ میں تھا۔ اس
 شہر سے چاروں طرف بڑے بڑے راستے جاتے تھے۔ جن میں سے
 چار مشہور ہیں۔ ایک نیپال کی طرف۔ دوسرا گیا سے گزر کر جھوٹا ناگپور سے
 ہو کر بہاری جنگلوں سے گھومتا ہوا اڑیسہ کی جانب۔ تیسرا پریاگ آجین
 ہو کر کانٹھیا واڑ کی سمت اور چوتھا پنجاب قندھار کو جاتا تھا۔ ان چاروں
 راستوں پر یاتری لوگوں کے قافلے ہمیشہ آیا جایا کرتے تھے۔ اسی لئے انہی
 راستوں کے اوپر سٹون قائم کئے گئے تھے۔ تاکہ ان راستوں پر آنے
 جانے والے یاتریوں کو پڑھنے کا موقع ملے۔ ان سٹونوں کے اوپر جو پھر کاری
 کا کام کیا گیا ہے۔ وہ بہت ہی نفیس ہے۔

راجہ اشوک کے دینی احکام اور کتبے چٹانوں کی پشت۔ پہاڑوں
 کی غاروں اور پتھر کی لائٹھوں پر کندہ ہیں۔

وہ لائٹھیں جن کے اوپر احکام لکھے ہوئے ہیں۔ دلی۔ الہ آباد اور
 دیگر مقامات میں پائی جاتی ہیں۔ اور وہ پتھر جن پر کتبے لکھے ہوئے ہیں پشاور
 گرنار۔ کانٹھیا واڑ۔ وسط ہند۔ مداس اور اڑیسہ سے دریافت ہوئے
 ہیں۔ اب تک صرف چودہ کتبے معلوم ہوئے ہیں۔ جن میں سے

ایک میں یونان کے پانچ بادشاہوں کے ساتھ صلح کے متعلق ذکر ہے۔
 راجہ اشوک کے عہد حکومت کے تیرھویں سال میں یہ کتبہ لکھا
 گیا تھا۔

پتھر کی چٹانوں پر لکھی ہوئی تحریریں دو قسم کی ہیں۔ ایک تو پہلے کی
 لکھی ہوئی ہیں۔ اور دوسری مابعد کی۔ پہلی قسم میں پانچ تحریریں پائی جاتی
 ہیں۔

۱) گجرات میں جو ناگڈھ کے نزدیک۔ سومنات سے بیس کو س کے
 فاصلے پر شمال کی جانب گزرا پر۔ اس کی اونچائی ۷۷ فٹ اور نیچے کے
 حصے کی چوڑائی ۸ فٹ ہے۔ اس کتبے کا ہر ایک حرف ۱۱ انچ اونچا ہے
 اس چٹان کا کچھ حصہ نزدیک ہی کا ایک پل باندھنے کے لئے ٹرنک
 نکالتے وقت اڑا دیا گیا ہے۔ اور اس طرح اشوک کے تیرھویں سرمان
 کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا۔ کپتان پوسٹن نے اس پل
 کے نزدیک زمین کھدوائے وقت اس سرمان کا کچھ حصہ ٹوٹی چھوٹی
 حالت میں پایا تھا۔

۲) اڑیسہ میں کنک سے دس کو س جنوب اور جگن ناتھ سے
 دس کو س شمال کی جانب دھولی نام جگہ کے پاس واقع ہے۔ یہ
 اول الذکر کی مانند ہے۔

۳) اسی حد میں جو ناگڈھ کے نزدیک یہ تحریریں تین الگ الگ پتھروں
 پر لکھی ہوئی ہیں۔ پہلے دو پتھروں میں سے ہر ایک پر پانچ پانچ لاکھوں
 آدیشی (فران) ہیں۔ اور تیسرے میں دسویں جگہ کی مانند دسویں

آدیش ہیں :

(۷) چمنا کے شمالی کنارے پر مسوری کے نزدیک خالصی نام جگہ پر۔
یہاں کی چٹان دس فٹ لمبی۔ دس فٹ اونچی اور آٹھ فٹ موٹی ہے۔
(۸) ویزیویہ کی طرف۔ پشاور سے شمال مشرق کی جانب بیس کوس کے
فاصلے پر یوسف زئی کے علاقے میں کپور دگری کے نزدیک شہباز
گڑھی کے پاس ایک سے کچھ فاصلے پر۔ یہ تحریریں پتھر پر درج ہے۔ انہں کی
اونچائی ۱۰ فٹ۔ لمبائی ۱۴ فٹ۔ اور موٹائی ۱۰ فٹ ہے۔ اس میں کئی یونانی
زباؤں کے نام آنے سے اس کی فضیلت تاریخ دانوں کی نگاہ میں بہت
بڑھی ہے۔ اس کی زبان آریہن پالی ہے۔ اس جگہ پر فقط ایک ہی تحریر نہیں
بلکہ کئی ہیں۔ اور ان سب کے ملنے سے ہی اشوک کے مشہور ۱۴ آدیش
(احکام) بنتے ہیں۔ کئی پنڈتوں کی رائے ہے کہ اشوک کے تحت
نشین ہونے کے گیارہویں اور چودھویں سالوں کے درمیان یعنی تین سالوں
میں یہ آدیش لکھے گئے ہیں۔ ان چودہ آدیشوں (فرماؤں) کے علاوہ دواؤ
آدیش مقامات دھولی دجوگرھ میں ملتے ہیں۔ علاوہ ازیں جوگد (گنجام دراز
کے علاقے میں) اور برات (جے پور کی ریاست میں)۔ اس پر وہ کتبے
ہیں جن میں سے ایک ایشیا نیک سوسائٹی کے مکان میں رکھا گیا ہے
اور رُوپ ناتھ (کائے مور پہاڑ کے دامن میں) اور سس ام (کبیر
یا ڈمراؤں سے تخمیناً پچیس کوس کے فاصلے پر جنوب کی جانب) میں پتھر
کی چٹانوں پر کتبے موجود ہیں :

معلوم ہوتا ہے کہ جب بڑی بڑی چٹانوں کا ملنا مشکل معلوم

ہوتے لگا۔ تو اشوک نے پتھر کے ستون تیار کرائے۔ اور ان پر لکھنے کی رسم ڈالی۔ لوریا (بنیاد کے نزدیک لوریا گاؤں میں) لوریا (پنہ سے شمال مغرب کی جانب) گجرات میل کے فاصلے پر) الہ آباد (پریاگ کے قلعہ میں) دہلی میں ایسے ستون موجود ہیں۔ الہ آباد میں ایک اور دہلی کے ستون پر آٹھ آدیش (فرمان) لکھے ہوئے ہیں۔ ہم ان دونوں مقامات کا مختصر حال نیچے لکھتے ہیں۔ (۱) دہلی یہاں کے ستون کو فیروز شاہ کی لاٹ کہتے ہیں۔ یہ پہلے خضر آباد (ضلع انبالہ) میں (جہاں کے کنارے مقام ٹوپرا میں) تعمیر کیا گیا تھا۔ فیروز شاہ تعلق اسے اکھیر کر اپنے دارالخلافہ کو لے گیا۔ یہ ایک بڑا مشکل کام تھا۔ روایت ہے۔ کہ لاٹھ روٹی میں پیٹنے کے بعد ایک بڑے چھکڑے پر لاد کر لائی گئی۔ جس میں ڈیڑھ سو میل جوتے گئے تھے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ پہلے اس کی اونچائی ۳۲ گز تھی +

شمس شیرازی نام پاری مصنف نے لکھا ہے۔ کہ ۲۴ گز ستون باہر اور آٹھ گز زمین میں گرا تھا۔ جنرل کننگھم کے قول کے مطابق اس کی موجود اونچائی ۲۲ ۱/۲ فٹ ہے۔ اس ستون کے چاروں طرف تحریریں موجود ہیں اس کے علاوہ ایک اور ستون بھی یہاں ہے۔ جسے فیروز شاہ میرٹھ سے لایا تھا +

۱۲) الہ آباد۔ یہ ۳۵ فٹ اونچا ہے۔ اس کے نیچے کے حصے کا پھیلاؤ ۳ فٹ اور اوپر کے حصے کا ۲ فٹ ۲ انچ ہے +
(دہلی کی لاٹھ کے کتبے کی عبارت)

ماں باپ کے لئے دل عزت اور ان کے حکم کی پیروی اور دانا

لوگوں کی عزت کرنا یہی نیک کام ہیں۔ اور دھرم کی پیروی کرنا بھی ویسا ہی نیک کام ہیں۔

(۱) "جس سے دنیا میں رحم-قراخ-دلی-سپائی-پاکیزگی-شفقت-نیکی کی ترقی ہو۔ وہی حقیقی دھرم بھاؤ ہے۔ اور وہی تمام دھرم اُپدیشوں کا سبب بیا ب ہے۔"

(۲) "دھرم ہی سب سے بڑھ کر افضل چیز ہے۔ نیک کام کرنا مجھے کاموں سے پرہیز کرنا۔ رحم دلی کرنا۔ دل-پاکیزگی اور سچائی ہی دھرم ہے۔ میرے خیال میں یہ سب باتیں ہی پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔ دھرم کے دان کے ساتھ اور کسی قسم کے دان اور دیا کا مقابلہ نہیں ہو سکتا۔"

۳۔ "جو قصور وار ہے۔ میں اس کو تباہ نہیں کروں گا۔ جو پھانسی پانے کے لائق ہے۔ میں اس کو جلا دین کروں گا۔ اور جس نے شارع عام میں قتل کیا ہے۔ وہ غریب ہو یا امیر۔ خاص تین دنوں میں سزا یاب نہ ہو گا۔"

۴۔ "دیو پر یہ ردیو تاول کا پیارا پر یہ درشی چاہتا ہے۔ کہ سنیا سیوں کو خواہ وہ کسی مذہب کے ہوں۔ کوئی نہ ستائے۔"

۵۔ "بھکشو ہو یا گنگ۔ دیو پر یہ پر یہ درشی بچے مذہب کی عزت کرتا ہے اور سچی کو اپنے مذہب کی عزت کرنی چاہئے۔ لیکن دوسرے مذہب کی مذمت کرنا مناسب نہیں۔"

۶۔ "بعض لوگ اپنے مذہب کی فوقیت اور عزت ظاہر کرنے کے

ٹوہمی۔ اینٹی گونس۔ مینیس اور سکندر ایپی رس چار بادشاہوں کے
 ملک اور دیگر مقاموں میں جہاں جہاں دیوانام پر یہ درشی کے دھرم کے
 احکام کا پرچار ہوتا ہے۔ وہاں وہاں ہی لوگ دھرم کو قبول کرتے ہیں
 فتوحات کئی قسم کی ہوسکتی ہیں۔ لیکن دھرم کی فتح سب سے اعلیٰ اور
 راحت بخش ہے۔ اور اس کی فتح ہی سب سے بڑھ کر خواہش کرنے
 کے قابل ہے۔“

اشوک کے احکام محبت۔ رحم۔ برداشت۔ روحانیت ایہنا
 (نہ ایذا رسانی) وغیرہ عام اخلاقی مضامین سے چمپ ہیں۔ اس نے
 دھرم کے متعلق اعلیٰ درجے کی فراعلمی ظاہر کی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا
 ہے۔ کہ ”پر یہ درشی کی یہ خواہش ہے۔ کہ جو لوگ بڑھ نہیں۔ اور
 شمر رہیں۔ وہ بھی اس کے راج میں امن اور آرام سے رہیں۔ کیونکہ
 وہ بھی نیک بننے اور دھرم کی برکتیں حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں
 ”میں اپنے مخالفین کے لئے طرح طرح کی پڑا تھنا (دعائیں) کرتا
 رہتا ہوں تاکہ وہ میری مثال کی پیروی کر کے ہمیشہ کے لئے سکنتی
 (نجات) حاصل کریں“

ایک فرمان کے علاوہ پر یہ درشی نے اپنے آپ کو کہیں بڑھ
 ظاہر نہیں کیا۔ اور وہ گدھ کے سنگھ کو مخاطب کر کے لکھا گیا ہے
 جس میں یہ ذکر ہے۔ ”راجہ پر یہ درشی سنگھ کی بھلائی چاہتا ہے۔ آپ
 یہ بخونی جانتے ہیں۔ کہ میرے دل میں بڑھ۔ دھرم اور سنگھ کی
 کیسی گہری عزت اور محبت ہے۔ بڑھ دیو جی نے بونصیحت کی

ہے۔ وہ نہایت اعلیٰ اور پاک ہے۔ اور اگر اس کی پوری پوری پٹری
 کی جائے۔ تو یہ سچا مذہب بہت عرصے تک قائم رہیگا۔
 بعد ازاں اس نے نمونے کے طور پر سات دھرم تپ (دینی صدقے)
 پانی زبان سے شائع کئے۔

سناچی (واقع ریاست بھوپال) کا ستون

اس ستون کا ایک بہت بڑا حصہ گر جانے کے باعث اس کی تحریر
 صاف طور پر پڑھی نہیں جاتی۔ تاہم تیسری سطر کے آگے جو تحریر پڑھنے
 میں آتی ہے۔ اس سے جو مطلب معلوم ہو سکا ہے۔ وہ یہ ہے :-
 ”بھوک سے کلیا لے ہوئے دھرم گورو کے لئے ایک فیاض
 گہستی نے کچھ تدبیر کر رکھی ہے۔“ آخر کی دو سطروں میں لکھا ہے۔
 ”میری یہ خواہش ہے۔ کہ پیاسے تنفوں کے لئے ٹھنڈا پانی موجود ہے
 اور یہ حالت مدت تک جاری رہے۔“

ان تحریروں کے علاوہ مقابل کی گچھاپیں مذکورہ بالا تحریروں سے
 ملتی جلتی اور ان کے مطابق اور بھی بہت سی کھدی ہوئی تحریروں پائی جاتی ہیں
 اور ان کے ذریعہ سے اشوک کی زندگی کی بابت بہت کچھ معلوم ہوتا ہے
 بیراٹ کی تحریروں میں درج ہے :-

”دیوتاؤں کا پیارا نظر مہر سے دیکھنے والا راہہ کتا ہے۔ کہ میں
 اڑھائی سال تک آپاسک رہا۔ اس دم تک میں نے دھرم کی طرف

سناچی واقع ریاست بھوپال میں ہمارا جہ اشوک کا تعمیر کردہ ایک بہت بڑا ستوپ ہے
 اس کا بقدر تقریباً نصف اڑسے کی شکل کا ہے قطر ۷۰ فٹ اور بلندی ۴۲ فٹ ہے۔

کوئی خاص رغبت ظاہر نہیں کی۔ اس کے بعد میں نے سنگمہ کا درشن کیا۔ اور اُس وقت سے میں نے ہندوستان کے پہلے دیوتاؤں کو اور اُن کی بڑائی و طاقت کو ماننا چھوڑ دیا ہے۔ یہ سب نتیجہ دھرم کی طرف راغب و متوجہ ہونے کا ہے۔ محض سچائی ہی کے بھروسے پر یہ پھیل حاصل نہیں ہوتا۔ سورگ (بہشت) کا حصول خواہ کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو۔ تو بھی دھرم کی رغبت ہونے سے وہ کمزوروں کو بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی لئے (اس تحریر کے ذریعہ سے) میں لوگوں کو کہتا ہوں کہ تمام لوگ طاقت ور نہیں۔ یا اگر کمزور ہوں۔ (اعلیٰ یا ادنیٰ کسی درجہ کے ہی کیوں نہ ہوں) تو وہ دھرم کی طرف توجہ دیں۔ غیر ملک والوں و اجنبی لوگوں کو دھرم اپنیش کریں۔ اور اس حالت کو مدت تک برقرار رکھیں۔ جس سے دھرم کی ترقی نہایت ہی عظیم الشان اور وسیع پیمانہ پر ہو۔“

سس ام کی تحریروں میں درج ہے:-

”دھرم کا پرچار اپدیشیکوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ اس لئے دو سو چھپن اپدیشک مختلف مقامات کو بھیجے گئے ہیں۔ گنڈا وغیر جہاں جہاں ستون قائم کئے گئے ہیں۔ اُن تمام پر یہ کھدوا دیا جائے روپ ناتھ کے ستون پر جو تحریر لی ہے۔ اُس میں بھی یہی عبارت لفظ بلفظ درج ہے:-

نیپال میں پڈیرا اور نگلیو مقامات میں جو اپنیش (احکام) لے

لے سدھ پور کی تحریروں میں بھی ہو ہو ایسی ہی ہیں * (سدھ پور میں ہے)

ہیں۔ اُن کے بارے میں ڈاکٹر بلوہر صاحب یوں تحریر فرماتے ہیں :-
 ”یہ مرقومہ احکام ڈاکٹر فخر صاحب نے دسمبر ۱۸۹۶ء و مارچ ۱۸۹۹ء
 میں پائے۔ یہ احکام پتھر کے ستون کے اوپر تحریر ہیں۔ اُن میں سے پڑیرا
 مقام کا ستون تین فٹ زمین میں گڑا ہوا ہے +
 لیکن یہ ٹوٹی ہوئی حالت میں پایا گیا تھا۔ دوسرا بھی کچھ ٹوٹا پھوٹا ہی ملا ہے
 اور اس حکم کی تیسری سطر کے پہلے پانچ اور چوتھی سطر کے پہلے سات
 حروف ضائع ہو گئے ہیں +

میج سے تین سو برس پیشتر گدھی زبان راج تھی۔ اسی زبان میں یہ
 احکام لکھے ہوئے ہیں۔ اسی لئے خالی۔ دھولی۔ جو گڑھ۔ ویراٹ۔ ہنس ام
 وغیرہ مقامات کی تحریرات کی زبان ان احکام کی زبان سے بہت کچھ
 ملتی جلتی ہے“ +

پڑیرا (نیپال) کا آدیش (حکم) :-

”دیوتاؤں کا پیارا پر یہ درشی راجہ (مراد اشوک) جس کی تخت نشینی
 کو میں برس گذر چکے ہیں۔ بذات خود یہاں آیا۔ اور اس جگہ پر جہاں
 ساکی مٹی بڑھنے جنم لیا تھا۔ یہ پتھر کا ستون قائم کر نیکا حکم دیا۔ چونکہ اس
 مٹی کی گاؤں میں بڑھ کا اوتار ہوا تھا۔ اس لئے یہاں کا نیکیس معاف کر دیئے
 جانے کے بعد اس گاؤں میں نہ پریم وغیرہ بھی تقسیم کیا گیا +
 اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ پتھر بڑھ کے جنم لینے کی جگہ کے
 صحیح طور پر معلوم کرنے میں کس قدر کارآمد ثابت ہوئی ہے +

زنگیو (نیپال) کا آدیش (حکم) :-

”دیوتاؤں کے پیار سے پر یہ درشی راجہ نے اپنے راج تلک سے ۱۲ سال بعد بڈھ کوناک من ستون کو دوبار کھڑا کیا۔ اور تاج پوشی سے ۲۰ سال بعد اس نے بذات خود اس کو آکر دیکھا۔ یہ ستون اُس کے حکم کے مطابق قائم کیا گیا ہے“

یہ ادیش بھی بڈھ دھرم کی تواریخ لکھنے میں بہت کارآمد ثابت ہوا ہے۔ اشوک نے اپنے عہد حکومت کے بیسویں سال میں بڈھ کوناک من ستون دوبارہ کھڑا کیا۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جاتا ہے۔ کہ یہ ستون اس راجہ سے بھی پہلے یعنی مسیح سے ۵۰۶ برس پیشتر کھڑا کیا گیا ہوگا چونکہ کوناک من بڈھ گوتم بڈھ سے بہت عرصہ بعد ہوا تھا۔ اس لئے چند لوگ گوتم بڈھ کے زوال کال (وقت موت) کا ایک حد تک راست اندازہ لگا لیتے ہیں۔

ایک پرمان (ثبوت) اس امر کا بھی ہے۔ کہ مذکورہ بالا وقت ۳۵۰ یا ۳۲۵ برس قبل از مسیح نہیں ہو سکتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ وقت اس سے بھی ایک صدی پیشتر یعنی ۴۷۷ برس قبل از مسیح ہوگا۔

اشوک کی زندگی کو اس آدیش (حکم) سے جو تعلق ہے۔ وہ یہ ہے کہ اس تحریر سے صرف یہی ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ اشوک اپنے عہد حکومت کے اکیسویں سال میں یا ترا (سفر) کرتا ہوا یعنی اور کوناک من بڈھ کے

بلہ پالی میں کوناک من سنسکرت میں کوناک منی ۔

ستون کے نزدیک آیا۔ بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ بڑھ کے تروان
 حاصل کرنے کے مقام پر۔ رام گرام۔ کپل وستو۔ کرک چھندا کے ستوپ اور
 شملووتی نگر وغیرہ مقامات پر بھی آیا تھا۔ اس لئے دو یہ اودان "کتاب میں
 جو کچھ لکھا ہے۔ وہ بہت بڑی حد تک ٹھیک ہے۔ دوسری بات جو
 اس سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اشوک کے حکم سے ان مقامات
 پر ستون قائم کئے گئے۔ اور یسین کا لگان زمین (معاملہ) معاف کر دیا گیا تھا
 نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اشوک کی سلطنت کی حد اس وقت
 نیپال تک پہنچی ہوئی تھی۔

بدھ مذہب کے جو شاخستراور گرتھ وغیرہ تھے۔ ان کو غلطیوں سے
 صاف کرنے کی غرض سے اشوک نے ایک بڑی سیجا اٹھی کی۔ اس
 سیجا کے متعلق مفصلہ ذیل تحریر ملی ہے :-

"پر یہ دشی راجہ ماگنھ سنگھ (گندھ کی سیجا) کو منسکار کر کے سیجا
 سدوں (سیجا کے ممبروں) کے درازی عمر اور ترقی راحت کی خواہش رکھتا
 ہے۔ قابل تعظیم بزرگو! میں بدھ دھرم اور سنگھ ان (تین دتنوں)
 کو جس قدر قابل تعظیم ماننا ہوں۔ وہ آپ پر ظاہر ہی ہے۔ ہمارا ج بڑھ
 نے جو جو کچھ کہا ہے۔ وہ سب نہایت ہی اعلیٰ اور قابل عمل ہے جتنی دقت
 اور جس قدر وسیع پیمانے تک ہو سکے۔ بڑھ کے اصولوں کا پرچار کرنا میرا
 سب سے بڑا مذہب ہے۔ کیونکہ ایسا ہونے سے ہی سچا دھرم دیر پا
 ہو سکتا ہے۔ قابل تعظیم بزرگو! دھرم پر ی یا تراؤں میں (یعنی بڑھ
 دھرم کی مذہبی کتابوں میں) مندرجہ ذیل باتیں پائی جاتی ہیں :-

(۱) بنے سمت کرکشن (۲) آریہ وٹس (۳) اناگت بچے (۴) منی گاکھتا
 (۵) موئی سوتر (۶) آپتس پس اپتیشیہ (۷) راہل باد *
 میری یہ خواہش ہے کہ بھکشو اور بھکشونیاں (بُدھ مذہب کے
 پرچارک مرد اور عورتیں) ان گرنھوں (بُدھ دھرم کی مذہبی کتابوں) کو
 نشیں۔ اور ان پر غور کریں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ آپسک لوگ (یعنی
 گڑھستی لوگ جو کہ ان پرچارکوں کو تعظیم کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں) بھی ویسا
 ہی کرنا شروع کر دیئے۔ تاکہ یہہ آپدیش (میرا مدعا منشا) سب کی سمجھ میں
 آجائے۔ اس لئے میں یہہ تحریر درج کرتا ہوں *

اس تحریر میں چند باتیں قابل غور ہیں۔ بُدھ دھرم کی مذہبی کتابوں میں
 سے غلطیاں دُور کرنے کی غرض سے جو سبھا سدا کٹھے ہوئے تھے
 ان کے مشورے سے یہ تحریر لکھوائی گئی۔ اُس وقت بُدھ دھرم اٹھارہ
 شاخوں یا مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ اور ان میں سے ہر ایک فرقہ
 دوسرے سے اختلاف رائے رکھتا تھا۔ اس طرح کے اختلاف تفریق
 کو دُور اور دھرم کے اصولوں کو خاص طور پر مقرر کئے بغیر دھرم کا پرچار
 (اشاعت) نہایت مشکل تھا۔ صرت یہی نہیں بلکہ ایسی تفریق کا نتیجہ
 یہ ہو کر بنا ہے۔ کہ جس دھرم میں اس کا قدم آئے۔ بالکل نیست و نابود
 ہو جاتا ہے۔ اس بات پر غور کرنے اور مذکورہ بالا اہم سوال کا حل سوچنے
 کے لئے ایک سبھا بلانی پڑی تھی۔ اس سبھا میں مختلف سنگھ (یعنی
 مختلف شاخوں کے لوگ) اکٹھے ہوئے تھے۔ سنگھ، لفظ کا اصلی مطلب
 کسی بڑے مذہب (مثلاً بُدھ مت) کی شاخ ہے۔ جس کو انگریزی میں

چھج کے نام سے موسوم کریں گے۔ کسی دھرم کے بارے میں ایک سائے
 وایک اعتقاد رکھنے والے لوگوں کو بڑھ دھرم میں "سنگھ" نام سے
 پکارتے ہیں۔ سنگھ کے ساتھ رہنا دھرم کے کاموں میں ایک اعلیٰ
 کام شمار کیا جاتا تھا۔ بڑھ کے اوپر اعتقاد۔ دھرم میں رغبت اور سنگھ کی
 زبردست طاقت ان تینوں باتوں کے زور پر ہی بڑھ دھرم کا اس قدر
 پرچار ہوا تھا۔ اشوک نے خیال کیا۔ کہ چھوٹے چھوٹے سنگھوں کے
 مقابلے میں ایک ہی بڑے سنگھ کے ہونے سے دھرم زیادہ
 مضبوط ہوگا۔ اس لئے مختلف سنگھوں کا ایک ہی مت بنانے
 کی غرض سے اشوک نے اس سبھا کو اکٹھا کیا۔ اور وہ اپنے مدعا میں
 بہت حد تک کامیاب بھی ہوا۔ گویا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ
 اشوک کے خیال میں یہ بات مکمل طور پر آگئی تھی۔ کہ اگر بڑھ دھرم کسی
 غیر معمولی طاقت کو حاصل کر سکتا ہے۔ تو وہ اس متحدہ سنگھ ہی کے
 ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔

دھرم کی ترقی کس طرح پر ہو سکتی ہے۔ اس سوال کا جواب دہلی
 کے ستون پر اس طرح مرقوم ہے:-

دیوتاؤں کا پایا پریر درشی جو راجہ ہے۔ اُس کا قول ہے۔ کہ منشیہ
 جاتی (یعنی نوع انسان) میں ترقی کس طرح ہوگی؟ کے سوال کا جواب
 یہ ہے۔ کہ چھوٹی جاتی کے لوگوں میں دھرم شروہا جو دھرم اور اعتقاد
 پیدا ہونے سے دھرم کی ترقی ضرور ہوگی۔ نیز دیوتاؤں کا پایا پریر
 درشی کہتا ہے۔ کہ راج و نش (شاہی خاندان) میں دھرم آپدیش کیسے

سے دھرم کی کتنی ترقی ہوگی؟ کے سوال کا جواب یہ ہے۔ کہ جب نردھن (غریب بے زر) لوگوں کو دھارک بنانے سے دھرم کی ترقی ہوتی ہے۔ تو اونچے درجے کے لوگوں کو دھارک بنانے سے جو دھرم کی ترقی ہوگی۔ وہ نہایت ہی قابل قدر ہوگی۔“

اشوک کی مندرجہ صدر چھوٹی چھوٹی تحریروں کے مطالعہ سے ناظرین خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ اس وقت اشوک کا دل کتنی اعلیٰ شرافت و نیکی سے

پُر تھا۔

اس تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نیچ جاتی (ادلے ذات) کے لوگوں کو دھارک بنانے کا مدعا جو دھرم اپدیشیوں کے فرائض میں اعلیٰ تصور کیا جاتا ہے۔ وہ حضرت مسیحؑ سے کئی سو سال پیشتر کا ہے اشوک کو یہ اصول بخوبی معلوم تھا۔ اور اسی خیال کو مد نظر رکھ کر اُس نے بدھ دھرم کا پرچار کرنے کی کوشش کی۔

ایک بات اور بھی قابل غور ہے۔ اور وہ یہ کہ اشوک نے یہ تو ضرور کہا ہے۔ کہ نیچ لوگوں کو دھرم اپدیش کے ذریعے سے دھارک بنایا جائے لیکن اُس نے کبھی یہ نہیں کہا۔ اور نہ کیا کہ اگر ایسے لوگوں پر کوئی مُصیبت یا آفت کا وقت آجائے۔ تو اُن کو روٹی یا کھانا وغیرہ دے کر اُن کا مذہب تبدیل کر لیا جائے۔ کیونکہ دراصل بات یہ ہے۔ کہ روٹی مخصوص ہے۔ پیٹ کے لئے۔ اور دھرم مخصوص ہے رُوح کے لئے۔ پس روٹی کے لالچ سے جو مذہب تبدیل کرتا ہے۔ اُس کا اثر رُوح پر کچھ نہیں

دھرم مہاماتر اور پرتی بیدک

ان تمام احکام سے ایک اور بات بھی ظاہر ہوتی ہے۔ کہ اشوک کے عہد حکومت میں دھرم مہاماتر کے نام سے کارندوں کی ایک جماعت مقرر کی گئی تھی۔ دھرم کی پاکیزگی کو قائم رکھنا اور اس کی منادی کرنا یہ دونوں کام ان کے سپرد کئے گئے تھے۔ رعایا کے اعلیٰ درجے کے لوگوں میں دھرم کی منادی کرنا اور جو قومیں آریہ نہیں ہیں۔ ان کی ترقی اور بہتری کے لئے کوشش کرنا ان لوگوں کا اہم فرض تھا۔ دوسری جماعت کے کارندوں کا نام پرتی بیدک تھا۔ رعایا کی اخلاقی حالت کو بہتر بنانے کے لئے انتظام کرنا ان لوگوں کا کام تھا۔ اور یہ لوگ رعایا کے رسم و رواج۔ طرز سکونت۔ بہتری اور ابتری کے حالات کے متعلق بخوبی جاننے پڑتال کر کے مہاراجہ اشوک کو اطلاع دیتے تھے +

ہمارا جہ اشوک کے فرمان

جو پہاڑ کی چٹانوں پتھر کے ستونوں اور پہاڑی
گچھاؤں میں کھدے ہوئے ہیں

(الف) ۱۲ چٹانی فرمان

فرمان نمبر ۱

زندگی کی عظمت

یہ مہتبرک فرمان دیو پر یہ راجہ پر یہ درشی کے حکم سے لکھا گیا ہے اس
مقام (راجدبانی) میں جانور قربانی کے لئے ذبح نہ کئے جائیں۔ اور نہ تھواروں
کے موقعہ پر ضیافتیں کی جائیں۔ کیونکہ ہمارا جہ ان میں کئی طرح کی بُرائیاں دیکھتے
ہیں۔ اگرچہ بعض ان میں سے راجہ پر یہ درشی کی نگاہ میں موجب ثواب بھی ہیں۔
پہلے راجہ پر یہ درشی کے باورچی خانہ میں ہر روز کئی ہزار جانور کھانا بنانے
کے لئے ذبح کئے جاتے تھے۔ اب بھی جبکہ یہ مہتبرک فرمان لکھا جا رہا ہے۔
صرف تین جانور یعنی دو موہ ایک ہرن روزمرہ مارے جاتے ہیں۔ یہ تین بھی

آئندہ سے نہیں مارے جائیں گے +

زمان نمبر ۲

انسانوں اور حیوانوں کیلئے آرام و

آسائش کے سامانوں کا مہیا کرنا

”ہر ایک جگہ راجہ پریدہ دشی کے راج میں اور نیز اُس کی ہمسایہ سلطنتوں میں مثلاً چولا - پانڈیا - ستیہ پتر - کرلا پتر (تیکا میں) اور یونان کے بادشاہ ایتھوس اور اُس کے ماتحت بادشاہوں کے ممالک میں ہر ایک جگہ راجہ پریدہ دشی کی طرف سے دو طرح کے شفاخانے ہیں - ایک انسانوں کے علاج کیلئے اور دوسرے حیوانات کے - اور امراض سے شفا دینے والی جڑی بوٹیوں کی جہاں کہیں کی تھی - وہ ہر ایک جگہ بھیجی جاتی ہیں + اسی طرح میوہ دار درخت اور مول نمند جہاں کہیں ان کی قلت تھی - بھیجے گئے اور بولے گئے ہیں +

مترکوں پر انسانوں اور حیوانوں کے آرام کیلئے درخت لگا دئے

گئے ہیں - اور کتوئیں کھدوا دئے گئے ہیں +

زمان نمبر ۳

پنجمسالہ دربار

”راجہ پریدہ دشی ایسا حکم فرماتے ہیں - میں نے اپنے تیرھویں سنہ

جلوس میں یہ فرمان جاری کیا ہے۔ کہ ہر ایک جگہ میرے راج میں اعلیٰ عہد دار
مکشی اور ضلعوں کے آفیسر ہر پانچویں سال دربار عام کریں۔ جس میں علاوہ
اور معاملات کے دھرم کا خصوصیت کے ساتھ اعلان کریں۔ یعنی ماں باپ
کی فرمان برداری اچھی ہے۔ دوستوں و واقفکاروں۔ رشتہ داروں۔
براہمنوں اور سادھوؤں کے ساتھ فراخ دلی اچھی ہے۔ زندگی کی عظمت
کی تعظیم اچھی ہے۔ بے اعتدالی اور سخت کلامی سے پرہیز اچھا ہے۔ پھکشی
سب کو تفصیل دار اس کے معنی اور مقصد کے مطابق ہدایت کریں گے۔

فرمان نمبر ۱۰

پاکیزگی اور دیا کا برتاؤ

بہت عرصہ سے بلکہ سینکڑوں برس سے جانوروں کا ذبح کرنا۔ اور
جانداروں پر سختی کرنا۔ رشتہ داروں۔ برہمنوں اور سادھوؤں کی بیعتی کرنا
بڑھ رہا ہے۔ لیکن اب راجہ پریم درشی کے دیا کے برتاؤ سے بجائے
ذبحی تقارے کی آواز کے دھرم کے تقارے کی آواز سنائی دیتی ہے۔
اور رتھوں۔ ہاتھیوں اور روشنی کے جلوس کے بہشتی نظارے رنایا کو
دکھائے جاتے ہیں۔ اب راجہ پریم درشی کے دھرم کے اعلان سے
جانوروں کے ذبح کرنے کی بندش اور جانداروں پر ظلم کرنے کی ممانعت
رشتہ داروں۔ برہمنوں اور سادھوؤں کی تعظیم والدین اور بزرگوں کی
فرمان برداری ترقی پر ہے۔ اس طرح اور کئی ایک دوسرے طریقوں سے

دھرم کا پرچار ہوتا جاتا ہے۔ اور راجہ پر یہ درشی اس پرچار کو اور بھی زیادہ ترقی دیں گے۔ راجہ پر یہ درشی کے بیٹے۔ پوتے اور پڑپوتے عرصہ دراز تک اس کو ترقی دیتے رہیں گے۔ اور اخلاق اور دھرم پر قائم رہ کر دھرم کا پرچار کریں گے۔ کیونکہ تمام کاموں سے دھرم کا پرچار افضل ہے۔ اور بد اخلاق لوگ دھرم پر نہیں چل سکتے۔ اس بارہ میں ترقی بہتر ہے نہ کہ تنزل۔ اسی خاص مقصد کو مد نظر رکھ کر یہ تحریر تیار کی گئی ہے۔ تاکہ انسان اس معاملے میں ترقی کی کوشش کریں۔ اور تنزل کی طرف نہ جائیں۔

یہ راجہ پر یہ درشی کے حکم سے اس کے تیرھویں سنہ جلوس میں لکھا گیا۔

فرمان نمبرہ

مذہبی محتسب

”راجہ پر یہ درشی ایسا فرماتے ہیں۔ کہ نیک عمل ایک مشکل کام ہے۔ نیک عمل کا عامل ایک مشکل کام کرتا ہے۔ مجھ سے بہت سے نیک عمل ہوئے ہیں۔ اگر میرے بیٹے پوتے اور ان کے بعد ان کے جانشین عرصہ دراز تک اسی طریق پر چلیں گے۔ تو وہ اچھا کریں گے۔ لیکن اس معاملے میں اگر کوئی شخص مذہبی حکم توڑتا ہے۔ تو وہ بُرا کرتا ہے۔ کیونکہ گناہ کا کرنا آسان ہے۔ نہانہ گذشتہ میں مذہبی محتسب کبھی مقرر نہیں کئے گئے تھے۔ حالانکہ میں نے اپنے ۱۴ سنہ جلوس میں ایسے افسر مقرر کئے ہیں۔ وہ میری رعایا کے سب فرقوں میں دھرم کو قائم کرنے اور اس کو ترقی دینے اور سب کی بہبودی اور

شکھ کیلئے کوشش کر رہے ہیں۔ بلکہ پونا۔ کمبوج۔ قندھار۔ راسترک پٹینیکا اور میری دوسری سرحدی قوموں کی بہبودی اور شکھ دینے والے کاموں میں مشغول ہیں۔ وہ میرے سپاہیوں۔ براہمنوں۔ امیروں۔ غریبوں اور بوڑھوں کی بہبودی اور شکھ کی ترقی میں لگے ہوئے ہیں۔ اور رعایا کی بہبودی کی ترقی میں جو باتیں سدرہ ہیں۔ ان کو دُور کرنے میں مصروف ہیں۔ وہ ناوا جب قید اور سزا کی ممانعت میں کوشش کرتے ہیں۔ اور جس شخص کا زیادہ کُنبہ ہے۔ اور جو مُصیبت زدہ یا بوڑھا ہے۔ اُس کا خیال رکھتے ہیں۔ یہاں پالی میٹر میں اور سب صوبجات کے شہروں میں وہ میرے بھائیوں۔ بہنوں اور دیگر رشتہ داروں کے زمانہ نوکروں چاکروں کے اہتمام میں مصروف رہتے ہیں۔

ہر ایک جگہ میرے راج میں یہ آفیسر میری رعایا میں سے جنہوں نے اپنی زندگی دھرم کے لئے وقف کر دی ہے۔ اور جو دھرم پر قائم ہیں۔ اور جو خیرات کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ مل کر کام کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے یہ فرمان لکھا گیا ہے۔ کہ یہ مُدّت دراز تک قائم رہے اور میری رعایا اس کے مطابق عمل کرتی رہے

زمان نمبر ۶

کام کو جلد ختم کرنا

راجہ پر یہ درشی ایسا لکھتے ہیں۔ کہ بہت مُدّت سے معاملات وقت پر

طے نہیں ہوتے۔ اور رپورٹیں بروقت نہیں پہنچتیں۔ اس واسطے میں نے انتظام کر دیا ہے۔ کہ ہر وقت اور ہر جگہ خواہ میں کھانا کھاتا ہوں۔ زنا خانہ میں ہوں۔ یا عبادت خانہ میں۔ گاڑی میں سوار ہوں یا باغ میں ہوں۔ سہ کاری اطلاع رسالوں اور رپورٹوں کو چاہئے۔ کہ مجھے رعایا کے ایسے معاملات سے جن کو میں ہر وقت اور ہر جگہ طے کر سکتا ہوں۔ ہمیشہ اطلاع دیتے رہا کریں۔ اور اگر میں زبانی حکم کسی دان پُن کا دوں۔ یا کسی حکم پر عمل درآمد کرنے کا حکم دوں۔ یا کسی ضروری معاملہ کا حکام کے سپرد کرنے کا حکم دوں۔ اتفاق سے اس معاملہ میں کوئی جھگڑا اٹھے یا سنگھ میں کچھ دھوکا اور فریب واقع ہو۔ تو میں نے حکم دیا ہے۔ کہ اس کی رپورٹ فوراً مجھے ہر جگہ اور ہر وقت ہونی چاہئے۔ کیونکہ مجھے اپنی جدوجہد اور معاملات کے طے کرنے میں پوری تسلی نہیں ہے۔ مجھے رفاہ عام کے لئے کام کرنا پاہئے۔ اور بنیاد اس کام کی جدوجہد اور معاملات کا طے کرنا ہے۔ اور اس سے بہتر عامہ خلائق کی بہبود کے لئے اور کوئی بات نہیں ہے۔ اور میں کس لئے اتنی محنت اٹھاتا ہوں۔ جو اس کے میرا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔ کہ تمام مخلوق کا قرضہ جو میری گردن پر ہے۔ اسے ادا کر سکوں۔ اور جبکہ میں ان میں سے بعض کو اس دنیا میں تنگہ پہنچا سکوں۔ تو ان کو اس قابل بھی بنا سکوں۔ کہ وہ دوسری دنیا میں سکھ بھوگیں +

میں نے اس مقصد کیلئے فیصلہ کر لیا ہے۔ کہ یہ مدتِ زمانہ تک قائم رہے۔ اور میرے بیٹے پوتے اور پڑپوتے رفاہ عام کے لئے کوشش کرتے رہیں۔ اگرچہ مشکل بات ہے۔ اور سوائے غایتِ درجہ کی کوشش کے

حاصل نہیں ہو سکتی +

فرمان نمبر ۱

اصول کی پابندی

راجہ پریر درشی چاہتے ہیں کہ سب جگہ تمام مذہبی فرقے اپنے اپنے اصولوں کے پابند رہیں۔ اور ضبط نفس اور قلبی صفائی (خواہش نفسانی پر قابو) اور من کی شدھی (کرنا سکتیں۔ مگر انسان اپنی خواہشوں کو قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ بعض فرقے تو تمام احکامات مذہبی کی پابندی کرتے ہیں۔ اور بعض چند ایک کی۔ اُس شخص کے لئے بھی جو بہت زیادہ قیاض نہیں ہو سکتا ضبط نفس۔ صفائی قلب۔ شکرگذاری۔ دیانت داری ہمیشہ موجب ثواب ہیں +

فرمان نمبر ۲

مقدس جاترا (حج)

پچھلے زمانہ کے راجہ تفریح طبع کے لئے دُور سے کیا کرتے تھے۔ جن میں شکار اور اس قسم کے کھیل تماشے ہوا کرتے تھے۔ لیکن راجہ پریر درشی نے اپنے گیارھویں سنہ جلوس میں سچے گیان کا راستہ حاصل کیا۔ اُس وقت سے دھرم کے لئے دُور سے تجویز کئے گئے۔ جن میں سادھوؤں۔ برہمنوں اور مہاتماؤں کے درشن کئے جاتے ہیں۔ اور انہیں دان دیئے جاتے ہیں۔

اور ملکے رعایا کا ملاحظہ کیا جاتا ہے۔ اور دھرم کا اعلان اور اس کے بیچ میں بحث و مباحثہ ہوتا ہے۔ پس اب اس قسم کے کام ہی گزشتہ زمانہ کے راجاؤں کے سیر و شکار و پھیل تماشہ کی بجائے راجہ پر یہ درشی کی تفریح طبع ہیں۔

فرمان نمبر ۹

پہلی رسومات

راجہ پر یہ درشی ایسا فرماتے ہیں کہ لوگ مختلف قسم کی رسومات بیماری لڑکے لڑکیوں کی شادی بچوں کی پیدائش اور سفر کی روانگی اور اس قسم کے دوسرے موقعوں پر ادا کرتے ہیں۔ لیکن ایسے موقعوں پر عورتیں بہت سی خراب اور یہودہ رسومات بھی ادا کرتی ہیں۔ بجائے ان کے پاک رسومات ادا کرنی چاہئیں۔ مگر ایسی نہیں جو فضول اور بے فائدہ ہوں۔ دھرم کی رسومات بہت مفید ہیں جن میں غلاموں، نوکروں کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ، گوروں (استادوں) کی سیوا (خدمت) زندگی کی قدر، سادھو براہمنوں کے ساتھ فیاضی شامل ہیں۔ یہ باتیں اور دوسرے اسی قسم کے کام دھرم کی رسوم کہلاتی ہیں۔

اس واسطے باپ، بیٹے، بھائی، استاد، دوست، ساتھی بلکہ پڑوسی کو کہنا چاہئے کہ یہ موجب ثواب ہیں۔ اور یہی رسومات ہیں۔ جنہیں جب تک مراد پوری نہ ہو کرتے رہنا چاہئے۔ اب سوال یہ ہے کہ کس قسم کی رسومات ادا کرنے سے مراد پوری ہوتی ہے؟ کیونکہ اس دنیا کی رسومات

کے موثر ہونے میں شک ہے۔ شاید اُن سے مراد پوری ہو یا نہ ہو۔ اور شاید اُن کا اثر صرف اسی دنیا تک محدود رہے۔ مگر بر خلاف اس کے دھرم کی رسومات عارضی نہیں ہیں۔ اگر اُن سے اس دنیا میں مراد پوری نہ ہو تو ضرور دوسری دنیا میں لانا تھا ثواب ملیگا۔ اور اگر اس دنیا میں بھی مراد پوری ہو۔ تو اُن سے دو طرح کے فائدے متصور ہیں۔ ایک اس دنیا میں حصولِ مزا اور دوسرے دوسری دنیا میں غیر محدود ثواب +

فرمان نمبر ۱

سچی عظمت

راجہ پریدہ درشی کا ایسا اعتقاد نہیں ہے۔ کہ عظمت اور نیکنامی کچھ فائدہ مند نہیں۔ جیسا کہ انسان زمانہ حال اور مستقبل میں ملی اعتقاد کے ساتھ دھرم کو نہ جانتے اور اُس کے احکامات کی تعمیل نہ کرے۔ صرف اسی مقصد کے لئے راجہ پریدہ درشی عظمت و ناموری چاہتے ہیں۔ لیکن جو کچھ کوشش راجہ پریدہ درشی نے کی ہے۔ وہ سب آئندہ زندگی کے لئے ہے۔ تاکہ ہر ایک شخص گناہ کے خطرہ سے بچ سکے۔ بیشک ایسی آزادی خواہ انسان اپنے درجہ کے ہوں۔ یا اعلیٰ کے۔ سوائے غایت درجہ کی جانفشانی اور ترکِ کامل کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب کہ امیروں کے لئے یہ ایک غیر معمولی مشکل کام ہے +

نوٹ :- اسی واسطے کہا گیا کہ امیر لوگوں کیلئے خدا کی باو شاہت میں داخل ہونا مشکل ہے +

فرمان نمبر ۱

سچی خیرات

کوئی دان ایسا نہیں ہے جیسا کہ دھرم کا۔ کوئی مہرتنا (دوستی) ایسی نہیں ہے جیسی دھرم کی۔ کوئی بخشش ایسی نہیں ہے جیسی دھرم کی۔ اور کوئی رشتہ داری ایسی نہیں ہے جیسی دھرم کی۔ اور دھرم میں یہ باتیں شامل ہیں :-
 لڑکوں اور غلاموں کے ساتھ مہربانی کا سلوک۔ والدین کی فرمانبرداری۔ سادگ
 براہمنوں کو خیرات اور زندگی کی قدر (یعنی جانوروں کو تہ مارنا) ۔

اس واسطے باپ بیٹے۔ آقا۔ گورو (اُستاد)۔ دوست۔ ملاقاتی۔ بلکہ
 پڑوسی کو بھی کہنا چاہئے۔ یہ موجب ثواب ہے۔ اور یہ کرنا واجب ہے ۔
 جو ایسا کرتا ہے۔ وہ اس دھرم کے دان کی وجہ سے اس دنیا میں

فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور دوسری دنیا میں بے حد ثواب پاتا ہے ۔
نوٹ :- یہ تجربہ شہساز گڑھی کی عبارت کا ہے۔ اس فرمان کی دوسری جگہوں کی عبارتوں
 میں کی قدر لفظی فرق ہے۔ اور اس کے مقابلہ کر کے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خلاصہ مطلب یہ ہے
 کہ ہر ایک شخص کا فرض ہے۔ کہ وہ اپنے پڑوسی کو دھرم کی واقفیت کراوے۔ اور ایسی
 واقفیت کرا دینا کسی دنیوی چیز کی غیرت کرنے سے بہتر ہے۔ اور دھرم کا رشتہ
 پر نسبت دنیوی رشتوں کے زیادہ مضبوط ہے ۔

فرمان نمبر ۱۲

درگزر

راجہ پر یہ درشتی تمام مذہبی فرقوں کے لوگوں کی خواہ وہ سادہ ہوں یا گروہی
 خیرات سے اور تعظیم کے دوسرے طریقوں سے عزت کرتے ہیں۔ مگر راجہ
 خیرات اور ظاہری تعظیم کی اتنی پرواہ نہیں کرتے۔ جتنی اس بات کی کہ سب
 فرقوں میں اہلی مقاصد کی ترقی ہونی چاہئے۔ اور یہ ترقی مختلف صورتوں سے
 ہوتی ہے۔ لیکن جہاں اس کی نامناسب نمونہ کرنے پر ہے یعنی کسی کو چھوٹی
 چھوٹی باتوں کی وجہ سے دوسروں کے مذہب کی مذمت کر کے اپنے ہی
 عقیدے کی قدر نہیں کرنی چاہئے۔ بے قدری صرف معقول وجوہات سے
 ہی ہونی چاہئے۔ کیونکہ کسی نہ کسی وجہ سے دوسرے مذاہب بھی قابل تعظیم
 ہیں۔ ایسا کرنے سے انسان اپنے مذہب کی بھی عظمت قائم کرتا ہے۔ اور دوسرے
 فرقوں کے لوگوں کے لئے بھی فائدہ مند ہوتا ہے۔ اور اس کے برعکس کرنے
 سے اپنے مذہب کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ اور دوسروں کے لئے بھی مضرت
 ہوتا ہے۔ کیونکہ جو شخص تعصب سے دوسرے تمام مذاہب کو حقیر سمجھ
 کر اپنے ہی مذہب کی اس عیال سے زیادہ تعریف کرتا ہے۔ کہ وہ ایسا کرنے
 سے اس کی عظمت کو بڑھاتا ہے۔ وہ درحقیقت اپنے اس عمل سے اپنے
 مذہب کو سخت نقصان پہنچاتا ہے +

کے اطوار کی اصلاح (شدھار) چاہتے ہیں۔ کیونکہ شاہی اختیارات کا دار و مدار بھی ہمارے الوتاپ (سچی توہ) کرنے پر منحصر ہے۔ انہیں تہنید کی گئی ہے کہ گناہ سے بچو تاکہ بربادی سے بچے رہو۔ کیونکہ مہاراج تمام انسانوں کا امن۔ ان کا خواہشات نفسانی پر غالب رہنا۔ اطمینان اور خوشحالی سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔

اور یہی مہاراج کی رائے مناسب ہے۔ بڑی سے بڑی دھرم کی فتح ہے۔ اور یہ دہری ہے جس کو مہاراج نے اپنے ملک پر اور اس پاس کے ممالک کے ۶۰ یوجن (ایک یوجن قریب ۷ یا ۸ میل کے ہوتا ہے) تک صال کر لی ہے۔ اور وہاں بھی جہاں کہ یونان کا راجہ انٹی گونس ان ٹیوکس رہتا ہے۔ اور اس ان ٹیوکس کے علاقہ سے پرے جہاں چار راجہ بطلیموس۔ انٹی گونس۔ مگس۔ سکندر علیحدہ علیحدہ راج کرتے ہیں۔ اور جنوب میں چولا اور پانڈیا میں اور سیلون کے راجاؤں پر فتح پالی ہے۔ اور اسی طرح اپنی علاقوں میں بھی یونانوں اور کمبوچوں۔ نا بھاکا۔ بھوجوں۔ اور نیپیکاؤں پر اندھراؤں اور پولینڈاؤں پر ہر ایک جگہ جہاں کے باشندے اس دھرم پر چلتے ہیں۔ جس کا کہ میں نے اعلان کیا ہے۔

یہاں تک کہ ان ملکوں میں بھی جہاں پر مہاراج کے پرچار کے بلٹی نہیں گئے ہیں۔ اب وہاں لوگ دھرمک (دیندار اور پارسا) ہوتے جاتے ہیں۔ اور جس قدر جلدی کہ وہ مہاراج کے متبرک اعلان کو جو دھرم کے مطابق جاری کئے گئے ہیں۔ سنیں گے۔ اسی قدر جلدی زیادہ سے زیادہ دھرم پر چلتے رہیں گے۔

وہ فتح جو اس اعلان کے ذریعہ ہر ایک جگہ ہوئی ہے۔ بہت خوشی کا موجب ہے۔ دھرم کے ذریعہ صلہ کی ہوئی فتح سے خوشی ہوتی ہے۔ تیسرے بھی وہ خوشی کچھ بڑی بات نہیں۔ کیونکہ مہاراجہ سوائے آفرت کے سدا ہار کے اور کچھ بھی محال قدر نہیں سمجھتے +

اور اس عقد کے لئے یہ تبرک فرمان لکھا گیا ہے۔ کہ میرے بیٹے پوتے جتنے کہ وہ ہوں۔ اور کسی نئی فتح کو اپنا فرض نہ سمجھیں۔ اور نیز جب کہ وہ ہتھیاروں سے فتح کرنے میں بھی مشغول ہوں۔ تب بھی ترقی اور استقلال میں ان کی خوشی ہو۔ اور دھرم کے ذریعے کی فتح کو اپنا اصلی فرض سمجھیں جس کا اچھا نمونہ اس دنیا اور دوسری دنیا میں ملتا ہے +
ان کو لازم ہے۔ کہ ان کی تمام خوشیاں ان کوششوں میں ہوں جن کا اچھا پھل اس دنیا اور دوسری دنیا میں ملتا ہے +

فرمان نمبر ۱۲

دھرم کے فرمانوں کا یہ مجموعہ مہاراجہ پریدرشی کے حکم سے کبھی بلے ہوئے کبھی نرمیانی اور کبھی کشادہ عرفوں میں لکھا گیا ہے۔ کیونکہ ہر ایک چیز سب جگہ کے لئے مناسب حال نہیں ہوتی۔ اور میری عملداری بہت دور تک پھیلی ہوئی ہے +

بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اور میں اور بہت کچھ لکھواؤں گا +
بعض جگہ ان فرمانوں میں کسی کسی مضمون کی سفیریں کلامی کی وجہ سے اور نیز اس امید سے بار بار دہرائے گئے ہیں۔ کہ لوگ ان پر عمل کریں

اور یہ ممکن ہے۔ کہ بعض باتیں نامکمل لکھی گئی ہوں۔ اگر ایسا ہے۔ تو جگہ کی کمی یا کسی اور خاص وجہ یا کندہ کرنے والے کی غلطی سے ہوگا +

۱۱) سرحدی فرمان

سرحدی اقوام کی طرف محکام کا فرض

۔ مہاراجہ پر یہ دہشی ایسا فرماتے ہیں :-

کہ سماپا کے حکام کو مندرجہ ذیل احکامات کی ہدایت کی جائے میری خواہش ہے۔ کہ میری تجاویز کو عملی صورت دی جائے۔ اور وہ مناسب طریقوں سے پوری کی جائیں۔ اور میری رائے میں سب سے بہتر طریقہ اس مقصد کے پورا کرنے کا میری ہدایات ہیں۔ جو میں تم کو کرتا ہوں :-

تمام انسان میرے بال بچے ہیں۔ اور جس طرح کہ میں اپنی اولاد کے لئے چاہتا ہوں۔ کہ وہ اس دنیا اور دوسری دنیا میں صاحب اقبال اور خوشحال رہیں۔ بیشک ایسا ہی تمام انسانوں کے واسطے چاہتا ہوں۔ کہ وہ بھی اس دنیا اور دوسری دنیا میں صاحب اقبال اور خوشحال رہیں + اگر تم یہ پوچھو۔ کہ میری مرضی سرحدی علاقوں کے باشندوں کی نسبت

کیا ہے۔ تو اس کے جواب میں میں کہتا ہوں۔ کہ میری مرضی سرحدیوں کی بابت یہ ہے۔ کہ انہیں یقین دلایا جائے۔ کہ راجہ کی خواہش ہے کہ ان کی بے چینی دور ہو۔ اور میں چاہتا ہوں۔ کہ وہ مجھ پر بھروسہ رکھیں۔ اور یقین رکھیں۔ کہ وہ مجھ سے شکھ پائیں گے نہ کہ دکھ۔

اور اطمینان رکھیں۔ کہ راجا اُن کا بھلا چاہتا ہے۔ اور میری خواہش ہے۔
 (چاہے وہ میری مرضی پوری کرنے کے لئے یا مجھے خوش کر نیچے لئے) کہ وہ
 دھرم پر چلیں۔ اور اس دنیا اور دوسری دنیا میں کامیاب ہوں۔
 اس مقصد کے لئے میں تمہیں ہدایات کرتا ہوں۔ اور جبکہ میں اس طرح
 اپنے قطعی ہدایات اور احکامات دیتا ہوں۔ تو میری تجاویز اور وعدے اُل
 ہوتے ہیں۔ ایسا سمجھ کر اپنے فرائض ادا کرو۔ اور ان لوگوں کے دلوں میں میرا
 اعتبار ایسا بٹھاؤ۔ کہ وہ یقین کر لیں۔ کہ مہاراج مثل اُن کے باپ کے ہے
 اور جو کچھ وہ اپنے لئے چاہتا ہے۔ ویسا ہی اُن کے لئے بھی۔ کیونکہ وہ اس
 کے بال بچے ہیں۔

تم کو اپنے ہدایات اور احکامات دینے کے بعد جن میں میری تجویزوں اور
 وعدے اُل ہیں۔ اُمید کرتا ہوں۔ کہ اس معاملہ میں تم میری خدمات اچھی
 طرح ادا کرو گے۔ کیونکہ تم ایسی حیثیت میں ہو۔ کہ اپنے آپ کو اس قابل بنا
 سکتے ہو۔ کہ ان لوگوں پر اعتبار جاسکو۔ اور ان کو اس لائق کر سکو۔ کہ وہ اس دنیا
 اور دوسری دنیا میں سُکھ بھوگ سکیں۔ اور ایسا کرنے سے تم کو ثواب بھی
 ہوگا۔ اور میرا حق جو تم پر ہے۔ اُسے بھی ادا کر دو گے۔

یہی مقصد ہے۔ کہ جس کے لئے یہ فرمان کندہ کیا گیا۔ تاکہ حکام سرکاری لوگوں
 کے دلوں پر اعتبار جاملے اور اُن کو دھرم کے راستے پر چلانے کے لئے استقلال
 سے اپنی قابلیتوں کو کام میں لاویں۔ یہ فرمان ہر چار مہینے کے بعد تشیہ نکھشتر
 کے تہوار پر پڑھا جائے۔ اور ریچ میں بھی جب کسی موقع پر مناسب سمجھا جائے
 لوگوں کو پڑھ کر سنایا جائے۔ اس طرح سے لوگوں کو راہ راست پر لانے

۲) صوبوں کے متعلق فرمان

صوبجات کے باشندوں کی طرف حکام کے فرائض ہمارا جرم کے حکم سے تو سال شہر کے منتظم حاکموں کو مندرجہ ذیل ہدایا کی جائیں۔ "میری خواہش ہے۔ کہ میری تجاویز کو عملی صورت دی جائے اور ان پر مناسبت طور پر عملدرآمد ہو۔ اور میری رائے میں سب سے بہتر طریق اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے میری ہدایات ہیں جو میں تم کو کرتا ہوں کیونکہ تم ہزار مخلوق پر نیکیوں کی محبت حاصل کرنے کے لئے مقرر کئے گئے ہو +

سب انسان میرے بال بچے ہیں۔ اور جیسا کہ میں اپنے بچوں کے لئے چاہتا ہوں۔ کہ وہ اس دنیا اور دوسری دنیا میں سب شکمہ اور آرا مند بھوگیں + مجھ کو سب سے اعلیٰ درجہ کے نتائج جو ممکن ہیں حاصل نہیں کرتے + بعض شخص میرے حکم کے کچھ حصے کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ تمام کی طرف نہیں۔ یہیں ایسے شخصوں کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ تاکہ اخلاقی اصولوں پر عمل ہو۔ اور نیز ایسے شخص بھی ہیں۔ جو قید کئے گئے ہیں۔ اور اذیت پہنچائے گئے ہیں۔ یہیں ناجائز قید اور اذیت فوراً بند کر دینی چاہئے۔ اور بہت ایسے بھی ہیں جن پر جبر کیا جاتا ہے۔ تمہاری یہ خواہش ہونی چاہئے کہ ایسے شخص نیک ہو جائیں +

مگر کچھ عادات بھی ایسی ہیں جن سے کامیابی ناممکن ہو جاتی ہے۔
 مثلاً حسد۔ استقلال کی کمی۔ تند مزاجی۔ بے صبری۔ کم توجہی۔ کاہلی اور آرام
 طلبی۔ اس لئے تمہاری یہ خواہش ہونی چاہئے کہ ایسے عادات سے مبرا
 رہو۔ کیونکہ اس تسلیم کی بنیاد صبر اور استقلال سے اخلاقی رہنمائی کرنے
 پر ہے۔ جو آرام طلب ہے۔ وہ اپنا فرض ادا کرنے کے لئے مستعد نہیں ہوتا
 حالانکہ ایک حاکم کو مستعد رہنا چاہئے۔ اور پیش قدمی کرنے والا ہونا چاہئے۔ اور
 میں تمہارے انتظامی فرض کے ادا کرنے کے لئے بھی یہی کہتا ہوں۔ اسلئے
 میں تمہیں دُسر کہتا ہوں۔ "غور کرو اور جانو کہ ہمارا جہ کی فلاں فلاں ہدایات
 ہیں۔" ان کو پورا کرنا بہت اچھے نتائج پیدا کرتا ہے۔ اور ان کا پورا نہ کرنا
 سخت مصیبت کا باعث ہے۔ جو حکام اپنی تعلیم کے پھیلائے میں ناکام رہا
 رہیں گے۔ انہیں تو بہشتی اور نہ شاہی مہر پائی کی توقع رکھنا چاہئے +

سیری خاص تو یہ اس فرض کے ادا کئے جانے میں دو طرح سے فائدہ مند
 ہے۔ ایک اس کے مطابق عمل کرنے سے تم کو بہشت نصیب ہوگا۔ دوسرے
 تم میرے اس فرض کو بھی جو تم پر واجب ہے۔ ادا کرو گے۔ یہ فرماں ہر
 ایک تشیہ تکمیل شتر کے متوار پر پڑھا جایا کرے۔ اور اس کے درمیان میں ہی
 جب کبھی موقع ہو اس کو پڑھ کر سنا جانا چاہئے۔ اور تمہیں تو اس پر عمل کر کے
 لوگوں کو راہ راست پر لانا چاہئے +

اس مقصد کے لئے یہ فرماں یہاں کندہ کیا گیا ہے۔ کہ شتر کے نام ہر شرم
 کی نا واجب قید اور نا واجب سزا سے یہاں کے باشندوں کو بچانے
 کے لئے سرگرمی سے کوشش کریں +

اور اس منشا کے لئے دھرم کے قوانین کے مطابق ہر ایک پانچویں سال
 میں ایسے شخصوں کو دربار میں بلواؤں لکھا۔ جو نرم دل، صابر اور زندگی کی قدر کرنے
 والے ہیں تاکہ وہ ان باتوں کو سن کر میری ہدایات کے موافق عمل کریں +
 'اجین' کا راج کنور بھی اسی مقصد کے لئے ایسی ہی مجلس کیا کر گیا۔ تین اس
 کو ہر تیسرے سال اپنا فرض پلاٹفہ ادا کرنا چاہئے۔ اور یہی حکم ٹیکسلا کے
 حاکم کے واسطے بھی ہے +

اور جو حکام اس مجلس میں شامل ہوں۔ انہیں اپنے خاص فرائض پر
 ہی توجہ دینا چاہئے۔ اور اس تعلیم کو بھی حاصل کرنا چاہئے۔ اور انہیں یہ بھی دیکھنا
 چاہئے۔ کہ وہ مہاراجہ کی ہدایات کے بموجب عمل کرتے ہیں یا نہیں +

۳) چھوٹے چٹانی فرمان

محنت و کوشش کا ثمرہ

سورنگری کے راج کنوار (وائیسرائے) اور مجسٹریٹوں کے حکم سے
 آئی میلہ کے مجسٹریٹوں کی خیر و عافیت پوچھنے کے بعد مندرجہ ذیل احکامات
 سنائے جائیں :-

مہاراجہ فرماتے ہیں کہ میں اڑھائی پورس سے زیادہ عرصہ تک
 بدمذہب کا آپا سک بغیر تندہی سے مشق کرتا رہا۔ اب چھ برس بلکہ اس سے
 بھی کچھ زیادہ کا عرصہ ہوا۔ کہ میں سنگھ میں شامل ہوا ہوں۔ اور تب سے
 میں نے بہت جانفشانی سے کوشش کی ہے۔ اس عرصہ میں سارے

ہندوستان کے لوگوں کو پتے دھرم کا راستہ دکھلایا ہے *
 یہ نتیجہ کوشش کا ہے۔ جو صرف بڑا ہی آدمی حاصل نہیں کر سکتا۔ بلکہ
 چھوٹا بھئی۔ اگر وہ کوشش کرے۔ تو اپنے لئے آسمانی برکات حاصل کر
 سکتا ہے۔ پس اس مقصد کے لئے فیصحت تریگی کہ ہر ایک چھوٹا اور بڑا اپنے لئے خود
 اس مقصد کے حاصل کرینی کوشش کرے۔ میرے ہمسایوں کو بھی یہ سبق سیکھنا چاہئے۔ اور ایسی
 کوشش بہت عرصہ تک جاری رہے۔ اور یہ مقصد ترقی کر گیا اور نوب ترقی کر گیا *

رُوبِ نَاتِحہ کا فرمان

(اس کا مضمون مفصلہ بالا فرمان سے بہت کچھ ملتا ہے)

مہاراجہ ایسا فرماتے ہیں۔ کہ میں اڑھائی برس سے زیادہ بغیر بندھی
 سے کوشش کرنے کے صرف سیوک رہا۔ مگر چھ برس سے کچھ زیادہ عرصہ
 ہوا۔ کہ میں نے سنگھ میں شامل ہو کر نہایت جانفشانی سے کوشش کی۔
 اس تمام ملک کے باشندے پہلے جن دیوتاؤں کو سچا سمجھتے تھے۔ اب
 چھوٹا سمجھنے لگے ہیں۔ یہ نتیجہ کوشش کا ہے۔ جو کہ صرف بڑا آدمی ہی حاصل
 نہیں کر سکتا۔ بلکہ ایک چھوٹا آدمی بھی اپنے لئے بہت کچھ آسمانی برکت
 حاصل کر سکتا ہے۔ اور اسی غرض سے یہ ہدایت کی گئی ہے۔ کہ چھوٹے بڑوں
 کو جدوجہد کرنی چاہئے *

میرے ہمسایوں کو بھی اس فیصحت پر عمل کرنا چاہئے۔ اور میری آرزو
 ہے۔ کہ ایسی کوشش مدت دراز تک جاری رہے *

میرا یہ مقصد پورا ہوگا۔ بلکہ زیادہ ترقی کر گیا۔ اور یہ فرمان پتھر کی چٹانوں

پر یہاں اور یہاں سے دُور دراز جگہوں میں لکھا گیا ہے۔ اور جہاں کہیں پتھر کے ستون ہوں۔ ان پر بھی لکھا جانا چاہئے۔ اور جتنی دفعہ کوئی شخص اس تحریر پر توجہ سے غور کرے گا۔ یہ اپنی خواہشات کو مطیع کرنے کی وجہ سے خوش ہوگا۔ یہ نصیحت مرحوم نے جس کو دنیا سے گزرے ہوئے ۲۵۶ برس ہوئے ہیں۔ کی ہے :-

نوٹ :- آخری فقرہ مثل ایک ممتہ کے ہے۔ جس کا ٹھیک ٹھیک حل اب تک نہیں ہوا مگر مسٹر ہولڈر کا خیال ہے۔ کہ مرحوم سے مراد شاکہ مہنی ہے۔ اور یہی درست بھی معلوم ہوتا ہے۔ اور اس لحاظ سے مندرجہ ذیل اعزاز کے مطابق بھگوان بڑھ کو رحلت کئے ہوئے ۵۰۸ برس ہوئے ہوتے۔ جو تاریخی لحاظ سے قابل اعتراض نہیں ہیں :-

- ۲۶۹ قبل مسیح .. دربار تخت شیشی ہمارا جہ اشوک
- ۲۶۱ قبل مسیح کاہنگاؤں کی منسج ۹ سن جلوس میں
- ۲۵۲ سید کی کا زمانہ ۲۱ سال۔ کال جدوجہد کا عرصہ
- ۶ سال مکمل نو سال (۲۶۱ ق۔ م) چھوٹے
- پٹانوں کے فرمانوں کی تاریخ تحریر تک
- ۵۰۸ ۱۶ سن میں ۲۵۶ برس جمع کرنے سے بھگوان بڑھ
- کی وفات کا سنہ

برمجہ گری کا چھوٹا چٹائی فرمان

دھرم کا خلاصہ

ہمارا جہ ایسا فرماتے ہیں۔ ہاں باپ کی فرماں برداری کرنی چاہئے اور ایسا ہی جانداروں کے اعزاز کو بھی دلونج دینا چاہئے۔ اور سچ بولنا چاہئے۔ یہ دھرم کی خوبیاں ہیں۔ بوجھل میں لانا چاہئے۔ اور ایسا ہی شاگردوں کو استاد کی عزت کرتی چاہئے۔ اور رشتہ داروں سے مناسب اخلاقی ہوتاؤ کرنا چاہئے۔

یہ دھرم کا پڑنا معیار ہے۔ اور اس سے عمر زیادہ ہوتی ہے۔ اور اس کے مطابق ہی عمل کرنا چاہئے *
پادکنہہ کرنے والے نے لکھا رکندہ کرنے والے کے دستخط اور ایک ہنروں میں ہیں۔ اور دائیں سے بائیں کو دیکھے ہوئے ہیں۔ جن کو آج کل خودی کہتے ہیں۔

بھائی اولالافرمان

(غالباً ہندو جلیوں میں مکدھ کے جکشتوں کو مخاطب کر کے لکھا گیا)
ہمارا چہرہ پر یہ درشی مکدھ کے سنگھ کو پرنام کرتے ہیں۔ اور ان کی ہنوی اور تندرستی چاہتے ہیں۔ معزز بزرگان آپ کو معلوم ہے۔ کہ میں بدھ۔ دہرم اور سنگھ کی کتنی عزت کرتا ہوں۔ اور کتنا ان کا معتقد ہوں۔
معزز بزرگان! جب کچھ کہہ رہا ہوں تبھی نے فرمایا ہے۔ وہ سب ٹھیک فرمایا

ہے۔ اور جہاں تک کہ میں اپنی طرف سے ہدایات دے سکتا ہوں۔
 مہماتما بڈھ کے قول کے پیش کرنے کی ہی جرات کرتا ہوں۔ یعنی اس طرح
 سنت دھرم مدت تک قائم رہے گا۔

ترائی کا ستون

(۲۱ دین سنہ جلوس میں)

ہمارا راجہ اشوک نے بھگوان بڈھ کی جانتے پیدا ایش میں بنوایا۔
 ہمارا راجہ پریم درشی نے اپنے اکیسویں سنہ جلوس میں اس جگہ کو بڈھا
 خود آکر پرنام کیا کیونکہ یہاں بڈھ شاکیہ مٹی پیدا ہوئے تھے۔ اور یہاں
 پر ایک پتھر کا ستون جس پر گھوڑے کی ایک صورت بنی ہوئی ہے۔
 نصب کیا۔ چونکہ یہاں بھگوان بڈھ پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے موضع یعنی
 کن مالگڈاری محاف گردی۔ اور وہاں کے رہنے والوں کو دان دیا۔

نیگاو کا ستون

ہمارا راجہ پریم درشی نے اپنے پندرہویں سنہ جلوس میں کوناک من
 بڈھ کے ستون کو بڑھایا تھا۔ اور پھر دوبارہ اسے ۲۱ دین سنہ جلوس
 میں بذات خود آکر اس کی تعظیم کی۔ اور پھر کا ستون نصب کیا۔

سات فرماں جو پتھر کے ستونوں پر لکھے ہوئے ہیں

ممبر ۱ ۲۰ و ۲۱ سنہ جلوس سلطنت کے اصول

مہاراجہ پر یہ درشی فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے ۲۴ ویں سنہ جلوس میں یہ
ممبرک فرماں لکھوایا۔

اس لوک (ڈنیا، اوزر، لوک (آفرٹ) دونوں کا حاصل کرنا مشکل ہے لیکن
دھرم میں غایت درجہ کی سرگرمی۔ نہایت احتیاط۔ کامل فرماں برداری۔ از
حد خوف اور سختی الامکان کوشش سے ایسا ہو سکتا ہے۔ بہر صورت میری
ہدایات کی وجہ سے دھرم کے لئے ایسا شوق اور سرگرمی روز بروز بڑھتی جاتی
چلتے۔ اور اس میں ترقی ہوتی تو یہی میرے بڑے چھوٹے اور درمیانی درجہ کے
کارندے خود بھی میری ہدایات پر عمل کرتے ہیں۔ اور میری رعایا کو بھی میرے
ڈانستے پر چلاتے ہیں، اور چونکہ وہ ستون مزاج شخصوں کو پھر ان کے فرائض
کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ اس لئے وہ سفر کے گاہبانوں کی طرح بھی ہیں +
دھرم کے مطابق حفاظت کرنا۔ دھرم سے ستونت۔ دھرم سے آسویگی
اور دل جمعی حاصل کرنا۔ یہی ٹھیک دستور ہے +

ممبر ۲ شاہی مثال

مہاراجہ پر یہ درشی فرماتے ہیں۔ دھرم سب سے افضل ہے۔ لیکن

دھرم کیا ہے۔

ایذارسانی سے پرہیز بہت سے نیک کام۔ رحم۔ راستہ پنازی۔ اور پاکیزگی دھرم کے اعلیٰ جزو ہیں +

میں نے روحانی روشنی کا دان کئی طریقوں سے دیا ہے۔ اور انسانوں کو چوپایوں۔ پرندوں۔ اور آبی جانوروں کو بہت بخششیں کی ہیں۔ بلکہ ان کو زندگی دی ہے۔ اور دوسروں سے اور بہت سے نیک کام کئے ہیں۔ میں نے یہ فرمان اس لئے لکھوایا ہے۔ کہ انسان اس کی پیروی کریں۔ اور یہ عزت و رازتک قائم رہے۔ اور جو اس پر عمل کرے گا۔ بہت اچھا کرے گا۔

مفسر خود شناسی (آتم چنتا)

ہمارا چہ پر یہ روشنی فرماتے ہیں +

انسان اپنے ہر ایک نیک کام کی طرف تو خیال کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں نے یہ نیک کام کیا ہے۔ لیکن کسی طرح سے بھی وہ اپنے بڑے کام کی طرف دھیان نہیں دیتا۔ اور نہ ہی کہتا ہے۔ کہ میں نے فلاں چیز کام اور گناہ کیا ہے۔ درحقیقت انسان کے لئے اپنا امتحان کرنا بہت مشکل ہے۔ تاہم انسان کو اس پر غور کرنا چاہئے۔ کہ جوش و خروش۔ بے رحمی۔ غصہ۔ غرور اور حسد گناہ کی خصلتیں ہیں۔ اور کہنا چاہئے۔ کہ ان کی وجہ سے مجھے تنزل کی طرف نہیں جانا چاہئے۔ اور اس بات پر خصوصیت کے ساتھ غور کرنا چاہئے۔ کہ ایک راستہ میری اس دنیا کے لئے ہے۔ اور دوسرا آئندہ دنیا کے لئے +

مختصر مکشنروں کے اختیارات اور فرائض

ہمارا جہ پر یہ درستی فرماتے ہیں۔ میں نے اپنے ۲۶ ویں سنہ جلوس میں یہ متبرک فرمان لکھو دیا ہے۔

میں نے لاکھوں انسانوں پر حکومت کرنے کے لئے مکشنز مقرر کئے ہیں۔ اور ان کو میں نے منزا اور جزا کے فیصلہ کرنے کے اختیارات عطا کئے ہیں۔ تاکہ وہ اطمینان دے بلا کسی خوف کے اپنے فرائض ادا کر سکیں۔

اور اس ملک کے باشندوں کو خوشحال اور فارغ البال بنا سکیں۔ اور انہیں فوائد پہنچا سکیں۔ مکشنز رعایا کی خوشحالی اور بدحالی کے اسباب

دریافت کریں گے۔ اور دھرم کے مطابق اس ملک کے باشندوں کو ایسی تربیت دیں گے۔ جس سے ان کو یہ دنیا اور دوسری دنیا بھی حاصل ہو سکے۔

میرے مکشنز میرے احکامات کی شوق سے تعمیل کرتے ہیں۔ اور میرے کارندے بھی میرے منشا کو سمجھ کر میرے احکامات کی تعمیل کرنے

کے لئے تیار ہیں۔ اور جہاں کہیں ضرورت ہوگی۔ ہدایات دیں گے۔ اور مکشنز مہرے عنایات کے حاصل کرنے میں ہرگز کم رہیں گے۔

جس طرح کوئی شخص اپنے بچہ کو کسی تجربہ کار والدین کے سپرد کر کے مطلق ہو جاتا ہے۔ اور اپنے دل میں کہتا ہے۔ کہ میں نے اپنے بچے کی پرورش

کے لئے ایک تجربہ کار والدین مقرر کر دی ہے۔ اسی طرح میں نے ملک کی خوشحالی اور فارغ البالی کے لئے مکشنز مقرر کئے ہیں۔ اور تاکہ وہ اپنے

فرائض آزادانہ و مجبئی اور اطمینان سے ادا کر سکیں۔ اس لئے میں نے انہیں
سزا اور جزا کے دینے کے اختیارات عطا کر دیئے ہیں +

چونکہ یہ ضروری ہے۔ کہ حکومت اور تعزیری ضابطہ میں مطابقت ہے
لہذا میرا حکم یہاں تک ہے۔ کہ میں نے موت کی سزا کے مجرموں کو بھی تین
دن کی ہمدست دی ہے۔ تاکہ ان ہمدست میں کم از کم کچھ مجرموں کے رشتہ دار
ان سے ان کی زندگیاں بچائے کے لئے عبادت کرائیں گے۔ اور اگر ایسا
نہ ہو سکے تو وہ ان کی عبادت کے پھل ہونے کے لئے دان چن کر نیچے او
برت رکھیں گے۔ کیونکہ میرا منشا ہے کہ مجرم قیدیں رہ کر دوسری دنیا
محاصل کریں اور لوگوں میں ضبط نفس اور آزادانہ حیاضی کے ساتھ ساتھ
مختلف قسم کے متبرک رواج جاری ہوں +

نمبر ۵

جانوروں کے ذبح اور قطع پریدگی ممانعت کے قواعد

ہمارا چہرہ پریشی فرماتے ہیں۔ میرے ۲۶ ویں سینہ جلدوں میں مندرجہ
ذیل جانوروں کے ذبح کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

طوطے۔ مینا۔ گرر۔ بطخ۔ جنگلی کچھل۔ گھوگر۔ لومڑیاں۔ پیرہٹیاں۔ چھوٹے
کینچوسے۔ جھینگا مچھلی۔ گنگا پترک (ایک قسم کی مچھلی)۔ کچھوسے۔ خار پشت
گھاسری۔ چارہ سنگا۔ جھینگلی۔ سفید فاختہ۔ گادڑوں کے کبوتر اور تمام چوہائے
جو انسان کے کھانے اور دوسرے جانوروں میں نہیں آتے۔

کریاں۔ بھیریں۔ اور سوریاں بچہ والی اور دودھ دیتی ہوئی ذبح نہیں

کرنی چاہئیں۔ اور ان کے چھ ماہ کی عمر تک کے بچے +
 مرغوں کا خصوصی کرنا منع ہے۔ جو ستہ جس میں کیڑے کورٹے ہوں نہیں
 جلا نا چاہئے +

جنگلات خواہ نقصان دہی کے لئے یا جانوروں کو تکلیف دینے کے
 لئے نہ جلائے جایا کریں +

جانوروں کو جانور نہ کھلائے جایا کریں۔ تینوں موسموں کی ہر ایک پورنامشی
 کو اور پوس (دسمبر۔ جنوری) کی پورنامشی کو ہر ایک میں تین دن تک یعنی چودھویں
 پندرھویں پہلے پندرہ وارے کی اور پہلی دوسرے پندرہ وارے کی اور نیز
 تمام سال کے برتوں کے دنوں میں نہ تو مچھلیاں ماری جائیں اور نہ فروخت
 کی جائیں۔ اور انہی دنوں میں ہاتھیوں کی رکھوں اور مچھلیوں کے تالابوں
 میں رہنے والے دوسرے جانور نہ مارے جائیں۔ ہر ایک پندرہ وارے
 کی آٹھویں۔ چودھویں اور پندرھویں اور نیز تشیہ اور پوزو سو دنوں میں
 تینوں موسموں کی پورنامشیوں کو اور عام تہواروں کے دن بیل بکرے
 مینڈھے اور سور خنسی نہ کئے جائیں۔ اور ان چھ دنوں میں اور دوسرے
 جانور بھی جو عموماً خنسی کئے جاتے ہیں۔ نہ کئے جائیں +

تشیہ اور پوزو سو دنوں میں اور موسموں کی پورنامشیوں اور چاندنی
 پکھو اڑوں میں گھوڑوں اور بیلوں کو داغ لگانے کی ممانعت ہے +
 میں نے اپنے ۲۶ سنہ جلوس تک کے عرصے میں پچیس دفعہ
 قیدیوں کو رہا کیا ہے +

نوٹ ۱۔ ہندوستان میں سال کی موسمی تقسیم کے لحاظ سے غالباً تین پورنامشیوں

سے مراد پچانگن (فردوسی - پارہ ۱) اساطیر رجن - جولانی، اور کاشک (اکتوبر نومبر) کی پورنماشی سے ہے۔ تشبیہ اور پوزرہ سو دنوں سے مراد چھ دن ہیں جن میں چاندان نکشروں میں جوتا ہے +

تمام فرقوں میں مذہبی ذاتی عبادت کی ضرورت

مہاراجہ پریم دیشی فرماتے ہیں :-

میں نے اپنے تیرھویں سنہ جلوس میں رعایا کی بہبودی - اور خوشحالی کے لئے مشہرک زبان لکھوائے لکھے - اس عرض سے کہ لوگ اپنی چیرائی بڑائیاں ترقی کر کے دھرم میں ترقی کریں +

اس طرح رعایا کی بہبودی اور خوشحالی کا ارادہ کر کے میں دُور اور نزدیک کے لوگوں کی طرف ایسا ہی متوجہ ہوں - جیسا کہ اپنے رشتہ داروں کی طرف تاکہ خوش قسمتی سے اُن میں سے کسی کو خوشحالی کی طرف رہنمائی کر سکوں +

اسی طرح میں تمام فرقوں کی طرف متوجہ رہتا ہوں - اور تمام فرقوں کی تعظیم مختلف طریقوں سے کرتا ہوں - مگر تاہم انسان کو اپنے خاص مذہب کی پابندی جیسے ایک بہت بڑی بات معلوم ہوتی ہے +

بہر صاحب آفر کے فرقے کا یہ مطلب نکالتے ہیں - کہ ایک فرقہ دوسرے فرقے کے ساتھ آزادانہ میل لکے

دھرم کے پرچار کرنے کے وسائل

مہاراجہ پر یہ درشی فرماتے ہیں *

کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ جو راہ پہلے زمانہ میں گزر گئے ہیں ان کی خواہش تھی کہ انسان ہر صورت سے دھرم کی نمایاں ترقی کریں۔ مگر انسانوں نے حسب آرزو دھرم کی نمایاں ترقی نہیں کی۔ تو پھر کن ذریعوں سے انسانوں کو دین کی پیروی کی ترغیب دی جاسکتی ہے۔ کن وسائل سے انسان دھرم میں نمایاں ترقی کر سکتے ہیں۔ کن ذریعوں سے میں کم از کم ان میں سے چند ایک کو دھرم میں نمایاں ترقی کے لئے آمادہ کر سکتا ہوں اس واسطے مہاراجہ پر یہ درشی فرماتے ہیں۔ کہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں دھرم کے متعلق سرمن وعظ (دلو اونگھا۔ اور میں دھرم کے مطابق ہدایات کرونگا۔ تاکہ انسان ان کو سن کر پابند ہوں۔ اور دھرم پر چلنے کے لئے آمادہ ہوں۔ اور دھرم میں بہت نمایاں ترقی کریں) *

اس مقصد کے لئے میں نے دھرم پر وعظ دلوئے اور میں نے دھرم کے متعلق بہت سی ہدایات شتہر لیں اور میں نے اپنی تنظیم عوام میں پھیلانے کے لئے کارندے مقرر کئے *

میں نے رعایا میں اپنی تعلیم پھیلانے کے لئے ہزاروں انسانوں کے اوپر کسٹرز مقرر کئے۔ اور انہیں ہدایات کیں کہ وہ دھرم کے متعلق لوگوں کو نصیحت کریں *

مہاراجہ پریم درشی فرماتے ہیں۔ اور زیادہ تر اسی مقصد کو مدنظر رکھ کر میں نے دھرم کے کستون قائم کئے۔ (یعنی پتھر کے ستونوں پر دھرم کے متعلق ہدایات کندہ کرائیں) میں نے دھرم کے لئے مہاماترا (مذہبی محتسب) مقرر کئے۔

مہاراجہ پریم درشی فرماتے ہیں کہ میں نے مٹکوں پر انسانوں اور حیوانوں کے سایہ کے لئے بڑے درخت اور آبنوں کے باغ بگوائے۔ اور ہر ایک آدھ کو کس پر کتوں کو کھدوائیں۔ اور سرائیں بنوائیں۔ اور جہاں تھاں انسانوں اور حیوانوں کے آرام کے لئے پانی کی بہت سی جگہیں بنوائیں۔ مگر ایسا آرام ایک چھوٹی سی بات ہے۔

جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ پہلے راجاؤں نے بھی دنیا کو مختلف قسم کے فیض پہنچائے ہیں۔ لیکن میں نے جو کچھ کیا ہے محض اس غرض سے کیا ہے۔ کہ انسان دھارک (دین دار) بن سکیں۔ میرے دھرم مہاماترا مختلف قسم کے خیرانی کاموں کے سرانجام کرنے۔ سادھوؤں (فقراء) اور گرسٹیوں (خانہ داروں) اور تمام فرقوں کے لوگوں کو دھرم کی طرف چلانے میں مصروف رہتے ہیں۔ میں نے یہ بھی انتظام کر دیا ہے۔ کہ وہ بدھ دھرم کے سادھوؤں (سنگھ) کی اور نیز برابھمنوں جنیوں اور اچو کوں غرضیکہ تمام مختلف فرقوں کے لوگوں کی بھلائی میں مصروف رہیں۔

بعض معمولی مجسٹریٹ تو اپنے اپنے خاص کاموں ہی کی نگرانی کر رہے ہیں۔ لیکن دھرم مہاماترا علاوہ ایسے خاص کاموں کے تمام فرقوں کی نگرانی

بھی رکھیں گے +

یہ اور دوسرے اعلیٰ افسر شاہی خیرات کے تقسیم کرنے کے لئے
جو میری اور رانیوں کی طرف سے ہوتی ہے مقرر کئے گئے ہیں۔ اور
حیر افسر دار السلطنت اور صوبجات کے شاہی خاندانوں کو قسم قسم کے
بہت سے موقعے خیرات کرنیکے بتلاتے رہتے ہیں +

نیک کاموں کی ترقی اور دھرم کو رائج کرنے کے لئے میں نے
ان افسروں کو اپنی بیویوں کے لڑکوں اور رانیوں کے لڑکوں کی دی
ہوئی خیرات کا کام بھی سپرد کر رکھا ہے + (نوٹ ۱)۔ بیویوں اور رانیوں
کے لڑکوں سے شاید اپنی خاص جہاننی اور دوسری ادنیٰ درجے کی بیویوں کے لڑکوں
سے مراد ہے۔ بوہڑ صاحب کا خیال ہے کہ رانیوں سے جہا جہ کے بزرگوں کی رانیا
مراد ہیں) +

کیونکہ نیک کاموں اور دھرم کے رواج کا انحصار انسانوں میں رحم
فیاضی۔ راستبازی۔ پاکیزگی۔ شرافت اور نیکی کی ترقی پر ہے +
جو کچھ نیک کام میں نے کئے ہیں۔ لوگوں نے اس کی نقل کی
ہے۔ اور ان کی پیروی بھی کریں گے۔ اور نتیجہ اس کا یہ ہے کہ ماں
باپ کی تابعداری۔ گوروں (استادوں) کی فرمانبرداری۔ بزرگوں کی
تعظیم اور براہمنوں۔ سادھوؤں۔ غریبوں۔ آفت رسیدوں۔ بلکہ
غلاموں اور نوکروں کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ کی نیکیوں میں ترقی
ہو رہی ہے۔ اور آئندہ اور زیادہ ہوگی +

جہا جہ پر یہ درستی فرماتے ہیں۔ کہ دھرم کی ترقی انسانوں میں دو

ذریعوں سے ہوئی ہے۔ یعنی متبرک قوانین کے اجرا سے اور دھیان سے۔ ان دونوں ذریعوں میں قوانین کا اثر کم ہے۔ مگر دھیان اگرچہ میں نے جانوروں کے ذبح کرنے کی ممانعت کی ہے۔ اور اسی قسم کے دوسرے متبرک قانون جاری کئے ہیں۔ لیکن دھرم کی ترقی میں اور جانوروں کو ایذا پہنچانے اور جانداروں کے ذبح کرنے کے پرہیز میں دھیان کا اثر زیادہ تر معلوم ہوتا ہے۔

یہ اعلان اس عرض سے کیا گیا۔ کہ جب تک میری نسل جاری ہے۔ اور سورج اور چاند کی ہستی ہے۔ تب تک یہ قائم رہے۔ اور انسان میری تعلیم پر عمل کریں۔ اور اس تعلیم پر عمل کرنے سے اس دنیا اور دوسری دنیا کا حصول یقینی ہے۔

میں نے اپنے اٹھائیسویں سنہ جلوس میں یہ سرمان بکھویا اس کے متعلق مہاراجہ فرماتے ہیں۔ کہ جہاں کہیں پتھر کے ستون یا سیلیں قائم ہوں۔ ان پر یہ کتدہ کیا جائے۔ تاکہ مدت دراز تک قائم رہیں۔

سینیتیر

۱۶ نو اس نمبر سے جو محسوس ہو۔ (یعنی دیکھنے۔ سننے۔ چمکنے۔ سونپنے۔ چھونے سے) اس کو بار بار بہت دیر تک پیش نظر رکھنے اس پر غور اور فکر کرنے کو دھیان یا تصور کہتے ہیں۔

متفرق فرمان

رانی کا فرمان

دوسری رانی کا دان

ہمارا جہ کے حکم سے ہر ایک جگہ کے افسروں کو مطلع کیا جاتا ہے۔ کہ جو کچھ دان دوسری رانی نے کیا ہے۔ خواہ وہ آموں کا باغ ہے۔ یا تفریحی باغیچہ یا خیراتی مسافر خانہ جو کچھ بھی ہے۔ وہ دوسری رانی کے دروازے کی طرف سے سمجھنا چاہئے۔ جس کا پھل (ثواب) اسی کو ملیگا +

کوسمبھی کا فرمان

پندرہ دھرم کی ایک دھرم سالہ کو دان۔ یہ کتبہ جو مشعل الہ آباد کے ستون پر رانی کے فرمان کی طرح ملا ہے۔ اس قدر نامکمل ہے کہ اس کا پورا ترجمہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس کا ایک حصہ ایسی ہی خراب حالت میں سانچی کے ستون پر بھی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ اس میں ایک سترک یا رتھ یا ترا (منہی جلوس) کا راستہ ایک دھرم سالہ کو

دان دینے کا ذکر ہے ❖

پہاڑی گوچھاؤں کے کتبے

سنہ جلوس سے ۲۰ تک

بارہ پہاڑی کے گوچھاؤں کے کتبے

کتبہ الف یا نمبر ۱۔ راجہ پریم درشی نے اپنے ۱۳ویں سنہ جلوس میں

یہ بڑے درخت والی گوچھا اچھو کاؤں کو خیرات میں دی ❖

کتبہ ب یا نمبر ۲۔ راجہ پریم درشی نے اپنے ۱۳ویں

سنہ جلوس میں کھلاٹیکا پہاڑی گوچھا اچھو کاؤں کو خیرات

میں دی ❖

کتبہ س یا نمبر ۳۔ راجہ پریم درشی نے اپنے ۲۰ویں سنہ

جلوس میں یہ گوچھا دان دی ❖

علادہ اس کے مہاراجہ اشوک کے پوتے دسرتھ کے تین کتبے

بھی ایسے ہی مضامین کے ہیں۔ جن میں اس نے اپنی تخت نشینی

کے موقعہ پھوہاہنیکا۔ گوپیکا۔ اور واداٹھیکا جو کہ نگر جنی کی پہاڑی میں

ہیں۔ اچھو کاؤں کو خیرات میں دیں ❖

جن میں سے صرف ایک کا ترجمہ نمونہ کے لئے کافی ہے۔ کتبہ نمبر ۳

اس قدر غراب ہے۔ کہ اس کا ترجمہ نہیں ہو سکتا ❖

دسرتھ کا واہیگا گوپھا کا کتبہ

یہ واہیگا گوپھا مہاراجہ دسرتھ نے اپنی تخت نشینی کے بعد قابل
تعمیر اجیوگاؤں کو ان کی اپنی بودو باش کے لئے جب تک کہ سوریج
اور چاند میں - دان میں دی *
لوٹے :- اجیوگ ہندوؤں کے سادہوؤں کا ایک فرقہ تھا۔ جو نارائن کے
پیشواؤں کے پاسک (بجاری) تھے۔ اور جن کا ہندوستان کی قدیم مذہبی
تواریخ میں ایک ممتاز درجہ ہے *

جو فرمان مہاراجہ اشوک کے ابھی تک معلوم ہوئے۔ ان کی تعداد ۳۴

مہاراجہ اشوک نے جو دھرم اپنے ان فرمانوں کے ذریعے پرچار کیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

- ۱) کوئی جانور قربانی کے لئے ذبح نہ کیا جائے۔
- ۲) تھواروں میں ضیافتیں نہ دی جائیں۔
- ۳) والدین کی فرمانبرداری اچھی ہے۔
- ۴) دوستوں۔ ملاقاتیوں۔ رشتہ داروں براہمنوں اور سادہوں سے فراخلی کا برتاؤ اچھا ہے۔
- ۵) جانداروں کو تکلیف نہ دینی اچھی ہے
- ۶) اخراجات میں کھایت شعاری اور لڑائی جھگڑے سے بچنا اچھا ہے
- ۷) ضبط نفس اعلیٰ درجہ کے نیک صفات ہیں۔ اور وہ
- ۸) صفائی قلب غریب سے غریب شخص بھی جو خیرات
- ۹) شکرگزاری کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ان کو
- ۱۰) دیانت داری ہمیشہ عمل میں لا سکتا ہے۔
- ۱۱) جو فضول رسومات لوگ بیماری شادی بچوں کی پیدائش اور سفر کی روانگی کے وقت نیک ٹنگونی کیلئے ادا کرتے ہیں۔ اسکی بجائے دھرم کی پاک رسومات ادا کرنی چاہئیں۔ اور وہ یہ ہیں لوگوں کے ساتھ مناسب برتاؤ۔ گوروں کی عزت۔ جانداروں کی قدر۔ براہمنوں۔ سادہوں کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ۔ یہ اور اسی قسم کی اور دوسری باتیں دھرم کی پاک رسومات کہلاتی

پانچویں باب

پانچویں باب

پانچویں باب

پانچویں باب

ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ دان (خیرات) کرنا اچھا ہے۔ لیکن کوئی
 دان دھرم کے دان سے بہتر نہیں ہے۔ اور کوئی مدد دوسرے
 کو دھرم کے حصول میں مدد دینے سے بڑھ کر نہیں ہے۔
 اور کوئی رشتہ دھرم کے رشتہ سے زیادہ مضبوط نہیں ہے
 اور سادھوؤں کی ویسی ہی عزت کرو۔ جیسے اپنے سماج والوں
 کی کسی کو اپنے مذہب کی تعریف و توصیف کرتے وقت دوسروں
 کی مذمت (نندا) اور سخت کلامی نہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ
 کسی نہ کسی خوبی کی وجہ سے جملہ مذاہب قابل تعظیم ہیں۔

(۱) دھرم سب سے اعلیٰ ہے۔ لیکن دھرم کیا ہے؟ کسی کو ایسا
 نہ پہنچانا۔ دوسروں کی بھلائی کیلئے بہت سے نیک کام کرنا
 رحم۔ فیاضی۔ راستبازی اور پاکیزگی دھرم کے بڑے جزویں
 انسان ہمیشہ اپنے اچھے کاموں کی طرف نگاہ رکھتا ہے۔ مگر
 عیبوں کی طرف نہیں دیکھتا۔ اور نہ یہ کہتا ہے کہ میں نے
 فلاں فلاں بڑے کام کئے ہیں۔ اگرچہ انسان کے لئے اس
 طور پر اپنا آپ امتحان کرنا مشکل ہے۔ مگر اس کو ہمیشہ خیال رکھنا
 چاہئے کہ فلاں فلاں کام بڑے ہیں۔ مثلاً بیری جمی۔ ظلم۔ غصہ
 اور غرور۔

ان فرماؤں میں نہ کہیں خدا کا ذکر ہے۔ اور نہ رُوح کا۔ مگر یہ باتیں
 ہر ایک انسان کے لئے خواہ وہ کسی مذہب اور ملت کا ہو۔ ضروری اور

چنانچہ زمانہ ہے

چنانچہ زمانہ ہے

سستی زمانہ ہے

سستی زمانہ ہے

لازمی ہیں۔ اور ان کو عمل میں لانے کے بغیر کوئی انسان کسی سوسائٹی کا مفید
 ممبر نہیں بن سکتا۔ اور نہ وہ اصلی معنوں میں انسان کہلانے کا مستحق ہو
 سکتا ہے۔ خواہ وہ ایک خدا کو ماننا ہو۔ یا ۳۳ کروڑ کو۔ خواہ وہ دُوح
 کو ابدی ماننا ہو۔ یا اس کا آغاز ماننا ہو۔ نہ اس میں یہ ذکر ہے۔ کہ کونسی
 کتاب الہامی ہے۔ اور کونسی نہیں +

ساتویں ستونی فرمان سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہمارا جب نے ۸ طریقوں
 سے دھرم کا پرچار کیا تھا۔

(۱) دُعوتِ دِلوا کر +

(۲) ستونوں پر فرمان کندہ کرا کر +

(۳) انسانوں اور حیوانوں کو آرام پہنچا کر +

(۴) دھرم مہاماترا (نذیبی محاسب) مقرر کر کے +

(۵) شاہی خیرات کے تقسیم کرنے کا محکمہ مقرر کر کے +

(۶) اپنی ذاتی مثال سے +

(۷) متبرک قانون جاری کر کے +

(۸) دھرم کے اصولوں پر توجہ دینے کی ترغیب دے کر +

